بہزاد لکھنوی

کفر و ایمان

بہزاد لکھنوی

اردو اکیڈمی لاہور

بار سوم　　سنہ ۱۹۴۵ء　　قیمت عہ؍

انتساب

میں اپنے اس دیوان موسوم بہ کفر و ایمان کو اپنے پیر و مرشد سرکارِ طریقت مدار حضرت شاہ محمد تقی صاحب المعروف بہ عزیز میاں صاحب نظامی نیازی سجادہ نشین خانقاہ نیازیہ بریلی کے نام مقدس سے معنون کرتا ہوں۔

بہزاد لکھنوی

"نہ ستائش کی تمنّا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی"

بہزؔاد لکھنوی

فہرس

نعت

حمدِ پاک

پایا نہ جب سہارا اے دو جہاں کے مالک
میں نے تجھے پکارا اے دو جہاں کے مالک

مغموم ہوں بدل دے اب تو مسرتوں سے
تقدیر کا ستارا اے دو جہاں کے مالک

طوفاں کی تیزیوں میں جب ڈگمگائی کشتی
تو نے دیا سہارا اے دو جہاں کے مالک

مخلوق کی اذیت مخلوق کی مصیبت
تجھ کو ہے کب گوارا اے دو جہاں کے مالک

گر دور نا خدا ہے، شامل تری عطا ہے
ہر موج ہے کنارا اے دو جہاں کے مالک

حقا ہمارے بگڑے کاموں کو ہے بناتا
ادنیٰ ترا اشارا اے دو جہاں کے مالک

دنیائے بندگی میں بہزاد نے ہمیشہ
سجدہ تجھے گذارا اے دو جہاں کے مالک

نعت

بادشاہِ ہدیٰ ہے اور مَیں ہوں
اَب تو خود مدعا ہے اور مَیں ہوں

دِل ہے بیتاب حسرتِ طیبہ
اِک غمِ لادوا ہے اور مَیں ہوں

ہو گی اک روز دید روئے حضور
اَب تو یہ آسرا ہے اور مَیں ہوں

بے قراری میں مِل رہا ہے سکوں
دردِ مشکل دوا ہے اور مَیں ہوں

آنکھ سے گر رہے ہیں اشکِ الم
خوفِ روزِ جزا ہے اور مَیں ہوں

دے رہا ہے مجھے مرا داتا
ہاں کسی کی عطا ہے اور مَیں ہوں

نعت خوانی کا ہے صلہ بہزاؔد
صرف یادِ خدا ہے اور مَیں ہوں

زیبِ فرشِ جہاں رسولِ خدا — زینتِ آسماں رسولِ خدا

بخشوائینگے ایک دن سب کو — حامئ عاصیاں رسولِ خدا

بانئ لفظ کن ہے ذات انکی — وجہ کون و مکاں رسولِ خدا

واقفِ رازِ ابتدا بھی ہیں — ختمِ پیغمبراں رسولِ خدا

خالقِ دو جہاں بھی ہے راضی — ہیں اگر مہرباں رسولِ خدا

نورِ مہر و مہ و کواکب کیا — سب میں جلوہ کناں رسولِ خدا

دیکھنا ہے یہ ہم کو اے بہزادؔ
کب بلائیں وہاں رسولِ خدا

ابتدائے کل وہی ہیں ہیں وہ ختم المرسلین
جنکے صدقے میں ہے دنیا جنکے صدقے میں ہے دیں

فرش کو بھی فخر ہے ان کی ہی ذاتِ پاک پر
ناز کرتا ہے زمیں کی ذات پر عرشِ بریں

ان کی رحمت عام ہے سارے زمانے کے لئے
وہ شفیع المذنبیں ہیں رحمت للعالمیں

اُن کے جلووں سے منوّر ہیں ستارے شام کے
اُن کی تابانی سے روشن ہیں یہ ذرّاتِ زمیں

خضر کے رہبر وہی ہیں نوح کے ہمدم وہی
ہے اِنہیں کے نور سے رخشندہ آدم کی جبیں

آؤ اے بہزاؔد گر تم کو ہے تسکیں کی تلاش
جس کو کہتے ہیں مدینہ ہیں وہیں دنیا و دیں

خدایا نئی زندگی چاہتا ہوں
فقط دِل میں یادِ نبی چاہتا ہوں

ہے طیبہ کی خاطر تڑپنے کی خاطر
الم کے لئے یہ خوشی چاہتا ہوں

پلا ساقیا جامِ عشقِ محمد
کہ ہر وقت اک بیخودی چاہتا ہوں

دکھا دے کوئی جلوہ ہائے محمد
محبت کی تابندگی چاہتا ہوں

گذر جائے جو صرف یادِ نبی میں
الٰہی میں وہ زندگی چاہتا ہوں

ہے یہ دردِ یادِ نبی کا سہارا
میں کب دردِ دل میں کمی چاہتا ہوں

جو بہزاؔد جاتی ہے سوئے مدینہ
اُسی راہ کی رہبری چاہتا ہوں

سنو میری فریاد شاہِ مدینہ دکھا دو مجھے بارگاہِ مدینہ
مجھے کامرانی عطا کرنے والے خدارا بنا دے تباہِ مدینہ
جبینِ عقیدت مری کام آئے کہ ہو میرا سر دارِ راہِ مدینہ
پھنسا ہوں میں آلام دنیا میں بیحد کرم اے شہ دیں پناہِ مدینہ
حقیقت میں آنکھیں ہوں اسوقت روشن نظر آئے جب جلوہ گاہِ مدینہ
مرے دل کی دنیا میں ظلمت بہت ہے کرم اے تجلّیٰ ماہِ مدینہ
میں سمجھوں کہ بہزاد وہاں زیست پائی
جو ہو زندگی صرفِ راہِ مدینہ

دِل کی حالت کیا کہوں یادِ مدینہ دل میں ہے
میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اسی محفل میں ہے
بے کس و مجبور ہے جو دل اسی محفل میں ہے
دل تھا جس منزل کا طالب اب اسی منزل میں ہے
سرورِ کون و مکاں میری مدد فرمائیے
حسرتِ طیبہ کے صدقے زندگی مشکل میں ہے

دل کے ہر گوشے میں ہے یادِ شہِ دیں جلوہ گر
میں اسے بھی دل سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں ہے

آپ کی نورانیت کا ہو نہیں سکتا شمار
آپ ہی کے نور کا صدقہ مہِ کامل میں ہے

اللہ اللہ آپ کے دستِ کرم کی بخششیں
ایک دنیا ایک عالم دامنِ سائل میں ہے

وجد آتا ہے مجھے بہزاد جب پڑھتا ہوں نعت
خود بخود وہ لب پہ آتا ہے جو میرے دل میں ہے

قلبِ مضطر کھو گیا شاہِ ہدا کی یاد میں
مل گیا ہم کو خدا شاہِ ہدا کی یاد میں

حاصلِ صد بندگی ہے حاصلِ صد زندگی
جو بھی آنسو گر پڑا شاہِ ہدا کی یاد میں

اب نہ ارماں ہے نہ حسرت ہے نہ خواہش ہے نہ کیف
میرا دل دل بن گیا شاہِ ہدا کی یاد میں

صرف طیبہ کی طلب ہے صرف یثرب کا خیال
مدعا ہے مدعا شاہِ ہدا کی یاد میں

بے طلب داتا نے اتنا دے دیا اللہ رے دین
میرا دامن بھر گیا شاہِ ہدا کی یاد میں

زندگی کا لطفِ رنگیں بندگی کا کیفِ خاص
اور مجھ کو کیا ملا شاہِ ہدا کی یاد میں

کاش وہ دن آئے اے بہزاد یہ دنیا کہے
سوئے یثرب چل دیا شاہِ ہدا کی یاد میں

اے شاہِ ہدا سبحان اللہ جب نام تمہارا آتا ہے
اک روح کو تسکیں ملتی ہے اِک کیف سا دل پر چھاتا ہے

یاد آتی ہے اپنی مجبوری اُس ارض مقدس سے دوری
دل خون کے آنسو روتا ہے جب کوئی مدینے جاتا ہے

اُمید مدینہ کے صدقے کچھ حال نرالے ہیں دل کے
یہ پھول کبھی کھل جاتا ہے یہ پھول کبھی مرجھاتا ہے

اک آگ لگی ہے سینے میں اک لطف ہے حاصل جینے میں
بس اس کی صورت دیکھتا ہوں جو کوئی مجھے سمجھاتا ہے

بہزاد حریم طیبہ کو چلو یہ منظر آنکھوں سے دیکھو
دینے والا کیا دیتا ہے پانے والا کیا پاتا ہے

کلامِ خدا ہے کلامِ محمدؐ — اسی سے سمجھ تو مقامِ محمدؐ

الٰہی مری بیقراری نہ جائے — ہمیشہ رہوں تشنہ کامِ محمدؐ

عبادت کی جاں ہے عبادت کا دل ہے — درودِ محمدؐ سلامِ محمدؐ

ہمیں انتہا کا بھلا خوف کیوں ہو — کہ ہر ابتدا ہے بہ نامِ محمدؐ

مدینے پہنچکر نظر سے بھی دیکھوں — تصور میں ہے صبح و شامِ محمدؐ

فقط میں تو اب اسلئے جی رہا ہوں — کوئی لے کے آئے پیامِ محمدؐ

میں بہزاد سمجھوں کہ معراج پائی
جو دنیا پکارے غلامِ محمدؐ

غزلیات

رنگ و بہارِ بوستاں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں
ہائے خود اپنا آشیاں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

پھولوں سے مُنہ کو موڑ کے غنچوں کے دل کو توڑ کے
سارے چمن کو مہرباں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

جلوہ کناں ہو تم جہاں دل کو ملی جہاں اماں
اپنی نگاہ کو وہاں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

میری جبینِ بے اماں دُور نہیں وہ آستاں
اَب تو خیالِ این و آں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

جس سے کہ دِل کو تھا قرار جس پہ فدا ہے ہر بہار
ہائے وہ در وہ آستاں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

کیسے زمین و آسماں دیکھئے جا کے ہوں نصیب
کیسے زمین و آسماں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

اور نہیں ہے کچھ خیال مجھکو فقط یہ ہے ملال
حسنِ بہار بے خزاں چھوڑ کے جا رہا ہوں میں

اتنا بڑھا نیازِ عشق صورتِ ناز ہو گیا
یعنی کہ خود ہی آئینہ آئینہ ساز ہو گیا

قلبِ غریب کی نہ پوچھ وقفِ گداز ہو گیا
عام تھا جو بھی واقعہ آج سے راز ہو گیا

اُف رے وہ فخرِ بندگی بندے ہیں کس غضب کے ہم
جس پہ نگاہ ڈال دی بندہ نواز ہو گیا

دل کا عجیب حال ہے تیرا اُسے خیال ہے
یہ تھا حقیقت آشنا وقفِ مجاز ہو گیا

لب پہ دعا نہیں ابھی نالہ رسا نہیں ابھی
لطف یہ ہے وہ رقیبول پہلے سے باز ہو گیا

سجدۂ عشق کو نہ دیکھ سجدۂ عشق کو نہ پوچھ
سجدۂ عشق ہی مرا جانِ نماز ہو گیا

رنگ میں حسن و عشق کے آنکھ سے آنکھ کیا ملی
میں ترا راز بن گیا تو مرا راز ہو گیا

مستی جو لٹا ئی نگہ ہوش ربا نے
لٹنے لگے توبہ کے خزانوں پہ خزانے

اشکوں کی زبانی کبھی آہوں کی زبانی
میں نے غمِ الفت کے کہے لاکھ فسانے

موسم بھی سہانا ہے فضائیں بھی جگی ہیں
ایسے میں چلے آؤ نگاہوں میں سمانے

ہاں حسن سماعت مرا اب تک تو جواں ہے — اے مطرب نو مشق جوانی کے ترانے

اب اشک مسلسل سے مرے قلب کی حالت — سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی مانے کہ نہ مانے

جس سمت بھی جاؤ گے گلستاں میں سنوگے — کچھ میرے فسانے ہیں تو کچھ ان کے فسانے

ہر لہجہ کنائے ہیں ہر اک لحہ اشارے — اللہ رے رنگینیٔ الفت کے زمانے

بہزاد حزیں کو ترے بہزاد حزیں کو

نظروں سے ہر طور وہ جلوے ہیں بھلانے

نظروں کے مقابل رہو یا دور رہو تم — اللہ کرے خوش رہو مسرور رہو تم

میری یہ نگاہیں تو کوئی چیز نہیں ہیں — خود اپنی بھی نظروں سے ذرا دور رہو تم

ہر چیز کے مختار رہو ہر چیز کے مالک — اس پر یہ تعجب ہے کہ مجبور رہو تم

غم میرے مقدر میں ہے مغموم رہوں میں — خوشیاں ہوں مبارک تمہیں مسرور رہو تم

تم مجھ کو جلاتے رہو جلتا ہی رہوں میں — میں طور رہوں برق سر طور رہو تم

آغاز جوانی میں تمہارا تھا جو عالم — ہاں ہاں اسی عالم میں بدستور رہو تم

مل جائیگی دنیا سے مجھے داد وفا کی — اچھا ہے اگر ظلم پہ مجبور رہو تم

حیرت میں نہ پڑ جائے میرے کیف کا عالم — آؤ نہ میرے پاس ذرا دور رہو تم

تم کو نہ نظر غنچہ و گل کی کہیں لگ جائے گلشن کی نگاہوں سے بھی مستور رہو تم
آنسو نہ خدا کے لئے تم آنکھ میں لاؤ یہ جبر بھی اچھا ہے کہ مجبور رہو تم

بہزادِ حزیں مصلحتِ عشق کی خاطر
مجبور رہو تم ابھی رنجور رہو تم

یوں ہی غم کے نغمات گاتا ہوا گذر جاؤں میں مسکراتا ہوا
وہ آیا وہ آیا وہ آیا کوئی خود اپنی بہاریں لٹاتا ہوا
چلا آ تبسم کناں زیرِ لب امیدوں کے غنچے کھلاتا ہوا
ترا جلوہ نو بہ نو آ گیا ہر اک گل کا دل گدگداتا ہوا
ادھر کو تو ہی کیا گیا ہے ابھی محبت کے کچھ گیت گاتا ہوا
یہ جی چاہتا ہے گذر جاؤں میں تری آنکھ سے مے چراتا ہوا
سنے گا جو وہ میرا حالِ الم چلا آئے گا مسکراتا ہوا

ہے بہزاد پھر عزم کوئے بتاں
کہ جاؤں جوانی لٹاتا ہوا

جلوۂ شام و سحر بن جائیے آئیے کیف نظر بن جائیے

آئیے سنئیے دعاؤں کو مری اور دعاؤں کا اثر بن جائیے

ہے تمنا کیجئے ظلم و ستم وجہ اشکِ چشمِ تر بن جائیے

آپ کو جلوہ کی ہے کوئی کمی رونقِ دیوار و در بن جائیے

اِن وفاؤں سے تو بہتر ہے یہی بے وفا بارِ دگر بن جائیے

کچھ نہیں ہے قیدِ حسن و عاشقی رہبرو ہر رہ گذر بن جائیے

روبرو بہزاد کے بھی آ کے آج جانِ دل جانِ نظر بن جائیے

میں ایک آہ میں محشر اٹھا نہ دوں تو سہی
تری قسم کہ تجھے ڈگمگا نہ دوں تو سہی

زمانہ کچھ بھی کہے مجھکو کیا زمانے سے
قدم قدم پہ جو میں سر جھکا نہ دوں تو سہی

غموں میں کیف جو ملتا ہے کوئی کیا جانے
ہزار غم پہ بھی میں مسکرا نہ دوں تو سہی

مجھے تو بندگیٔ غم کا لطف لینا ہے

ہر ایک اشک کو سجدے کرا نہ دوں تو سہی

ہنسیں ہنسیں مرے غم پر وہ وقت اب آیا

میں اپنے ساتھ انہیں بھی رلا نہ دوں تو سہی

ذرا وہ دیکھتے جائیں کرشمہ ہائے جنوں

ہر ایک غنچہ و گل کو ہنسا نہ دوں تو سہی

ذرا سی یاد جو باقی ہے ان کی اے بہزاد

اسے بھی قلب سے اپنے بھلا نہ دوں تو سہی

عشق ہی سے ہے وقارِ زندگی / صبر کر اے بے قرارِ زندگی

اللہ اللہ اعتبارِ زندگی / ہو رہا ہے انتظارِ زندگی

اک نظر پر ان کی مرتا ہے مجھے / اک نظر پر ہے مدارِ زندگی

ان کے ہونٹوں پر تبسم آ گیا / مژدہ باد اے کامگارِ زندگی

زندگی ہے دوست کی مرضی کا نام / دوست کو ہے اختیارِ زندگی

مجھکو جب منت کی عادت ہی نہیں / کیوں ہوں منت گذارِ زندگی

زندگی غم عطا کرتے مجھے / رحم اے پروردگارِ زندگی

ہنستے ہنستے بھی تو رو دیتا ہوں میں   کون ہے مجھ سا شکارِ زندگی

آج اے بہزادؔ کیسے ہیں یہ اشک

خیر ہے اے بے قرارِ زندگی

میرا دل تمہیں ہو جوانی تمہیں ہو   مری رونقِ زندگانی تمہیں ہو

تمہیں میری ہستی تمہیں میری ہستی   تمہیں ہو الم شادمانی تمہیں ہو

تمہیں غم کی میں داستاں کیا سناؤں   کہ میری مکمل کہانی تمہیں ہو

کسی اور سے مجھ کو کیا واسطہ ہے   کہ میری تباہی کے بانی تمہیں ہو

ہیں ذرّے ستارے سبھی یوں تو روشن   مگر مرکزِ ضوفشانی تمہیں ہو

گزاروں گا سجدے تمہارے ہی در پر   کہ بخشندۂ کامرانی تمہیں ہو

سنیں کیوں نہ بہزادؔ تم سے غزل وہ

کہ جب مالکِ خوش بیانی تمہیں ہو

وہ نگاہِ واپسیں کیا کہہ گئی　　عاشقی کروٹ بدل کر رہ گئی
جی رہا ہوں ان پہ مر مٹنے کے بعد　　زندگی بدنام ہو کر رہ گئی
میں نے بھی پائی ہے اچھی زندگی　　ہر اذیت کو خوشی سے سہہ گئی
دل جو ٹھنڈا ہو گئے آنسو رواں　　اک ندی آنکھوں سے خوں کی بہہ گئی
داستانِ غم پہ مجھ کو ناز تھا　　اک کہانی وہ بھی بن کر رہ گئی
بے وفا تھے وہ کہ دھوکہ دے گئے　　یاد ان کی باوفا تھی رہ گئی
گلستاں والو تمہیں کچھ ہے خبر　　کان میں گل کے کلی کیا کہہ گئی

دیکھ کر بہزاد مجھ کو مطمئن
ہر نظر سکتہ میں ان کی رہ گئی

جلوہ ہے جلوۂ بہار ترا　　ہر چمن کو ہے انتظار ترا
گر نہیں دل کو اعتبار تو کیا　　میں تو کرتا ہوں اعتبار ترا
ہے تصور ترا نگاہوں میں　　کر رہا ہوں میں انتظار ترا
ہر طرف کیوں بھٹکتا پھرتا ہے　　وہ ترا قول وہ قرار ترا
مجھ کو مجبور دیکھنے والے　　کیا نہیں خود پہ اعتبار ترا

ہے حقیقت فریب ۔ اور کتنا　　ہر کرشمہ کرشمہ کار ترا
جس کو میں اک نگاہ سمجھا تھا　　تیر پہنچا وہ دل کے پار ترا

عالمِ اضطراب میں گم ہے
آج بہزادؔ بے قرار ترا

آ گیا دورِ خزاں اب کیا کروں　　لٹ رہا ہے گلستاں اب کیا کروں
لب پہ ہے آہ و فغاں اب کیا کروں　　ہائے رنگِ دو جہاں اب کیا کروں
آنسوؤں نے کر دیا ہے فاش فاش　　عشق کا رازِ نہاں اب کیا کروں
ضبطِ غم کی حد بھی ہوتی ہے کوئی　　اے زمیں اے آسماں اب کیا کروں
ہائے سینے میں وہ دل باقی نہیں　　اے نگاہِ مہرباں اب کیا کروں
کیا کہوں اس بے خودیٔ عشق کو　　کہہ گیا کل داستاں اب کیا کروں
وہ نہیں دیتے ہیں مرنے کی رضا　　زیست ہے بارِ گراں اب کیا کروں

اب تو اے بہزادؔ میں ہوں اور غم
دے چکا ان کو زباں اب کیا کروں

بات کو اپنی گرانا ہی پڑا | آپ کی محفل میں آنا ہی پڑا
کوششیں سب سعی لاحاصل رہیں | تم کو نظروں میں سمانا ہی پڑا
بندگیٔ عشق کی تکمیل کو | آستاں پر اُن کے جانا ہی پڑا
اس جبیں کو لطفِ سجدہ کیلئے | تیرے قدموں پر جھکانا ہی پڑا
تیرے جلووں کو جہانِ شوق کا | ذرہ ذرہ جگمگانا ہی پڑا
لطف تو یہ ہے کہ نازِ عاشقی | ان کو مجبوراً اٹھانا ہی پڑا
آنسوؤں نے راز جب افشا کیا | حالِ دل ان کو بتانا ہی پڑا
کر سکے اپنے نہ دل کا کچھ خیال | اُس نظر کو آزمانا ہی پڑا
ہو گئے مجبور اپنے دل سے ہم | رُوٹھ جانے پر منانا ہی پڑا

لکھ گیا بہزاؔد جب تقدیر میں
بارِ غم ہم کو اٹھانا ہی پڑا

مجھ کو سب مسرور سمجھے ہیں مگر میں غم میں ہوں
جس کو کوئی پا نہیں سکتا ہے اس عالم میں ہوں
انقلابِ زندگانی تیرے صدقے جائیے
میں ہی نغمے گا رہا تھا اور میں ہی ماتم میں ہوں
صبر کا تو پھل ملا ہے شکر کا بھی پھل ملے
تم نے جو عالم دیا تھا میں اسی عالم میں ہوں
اللہ اللہ چند لمحوں کی بہارِ زندگی
گل سمجھتا ہے کہ میں آغوشِ صد شبنم میں ہوں
توبہ توبہ کس نے چھیڑا ہے یہ سازِ زندگی
ہوش ہونے پر بھی اب تک ایک زیر و بم میں ہوں
میں نے دیکھا ہے ان آنکھوں کا ہی رونا ایک بار
ہائے اب تک گم خیالِ دیدۂ پُرنم میں ہوں
گل تو ہوں لیکن بہاروں سے بہت ہی دُور دُور
یہ کوئی مجھ کو بتائے کون سے موسم میں ہوں
چھیڑتی کیوں ہے مجھے بہزاد وہ چشمِ حسیں
مجھ کو اسکا ہوش ہی کب ہے کہ کس عالم میں ہوں

ہونا ہی کیا ضرور تھے یہ دو جہاں ہیں کیوں
اللہ اک فریب ہیں کون و مکاں ہیں کیوں

بے چارگانِ عشق کہ آوارگانِ شوق
رکھتے تو ہیں زبان مگر بے زباں ہیں کیوں

دنیا تو شاد شاد ہے عالم تو مست مست
یہ خواب عاشقی کے ہمیں کو گراں ہیں کیوں

فریاد و شور و شیون و آلام و بے بسی
ٹکڑے غم و الم کے سرِ داستاں ہیں کیوں

اِس کی خبر تو ہے کہ زمانہ بدل گیا
اس کی خبر نہیں ہے کہ وہ مہرباں ہیں کیوں

اِک درد سا تو اٹھتا ہے پہلو میں بار بار
اِس کی خبر نہیں ہے کہ آنسو رواں ہیں کیوں

جس گلستاں میں روز تڑپتی ہیں بجلیاں
یارب اسی چمن میں یہ پھر آشیاں ہیں کیوں

دل ہی نہیں رہا تو امیر دل سے واسطہ

جب کارواں نہیں تو پسِ کارواں ہیں کیوں

کب ساتھ چھوڑ دینگے یہ لیل و نہارِ زیست
یارب ہر ایک گام پہ یہ امتحاں ہیں کیوں

اِس کا ضرور رنج ہے ہم کیوں بدل گئے
اِس کا نہیں ملال کہ وُہ بدگماں ہیں کیوں

بہزادؔ اُن کے ہجر میں گھبرا رہا ہے دِل
اَب کیا کہیں کسی سے کہ بےخانماں ہیں کیوں

خوشی کی ہیں گھڑیاں مسرت کے دن ہیں
سہانی ہیں راتیں محبت کے دن ہیں

زباں پہ ترانے چلے آ رہے ہیں
بہت دُور ہم سے شکایت کے دن ہیں

جبھی تو ہے دنیا میں اک نور پھیلا
ہماری تمہاری محبت کے دِن ہیں

ذرا آرزوؤں کو ہشیار کر دو
تمنا مچل جا قیامت کے دِن ہیں

مری رفعتِ ذوقِ سجدہ تو دیکھو
جبیں کہہ رہی ہے عبادت کے دن ہیں

دِلوں کے یہ پیغام دِل میں ہیں کیوں
نگاہیں ملاؤ محبت کے دن ہیں

بڑی مشکلوں میں محبت ملی ہے
خدا جانتا ہے قیامت کے دن ہیں

میرے خانۂ دل میں بہزاد مضطر
قیامت بپا ہے قیامت کے دن ہیں

الٰہی خیر یہ کیا ماجرا ہے
کہ ان کا رُخ بھی آج اترا ہوا ہے

جہاں بیساختہ سر جھک رہا ہے
وہاں کوئی نہ کوئی نقش پا ہے

سنے ہونگے خوشی کے لاکھ قصّے
کبھی غم کا بھی افسانہ سُنا ہے

نہ چھیڑ اے کمبخت مجھے اُن کے تصوّر
نہ جانے دل مرا کیا کہہ رہا ہے

ادھر تو آستاں انکا نہیں تھا
یہ میں نے کسطرف سجدہ کیا ہے

ہر اک ذرہ جہانِ عاشقی کا
مرا افسانۂ غم کہہ رہا ہے

تجھے مل جائیں، وہ بہزاد مضطر
کوئی بے مدعا بھی مدعا ہے

کس لئے تیرا انتظار کروں
کیوں نگاہوں کو بیقرار کروں

کیوں میں نظارہ بہار کروں
کیوں میں دامن کو تار تار کروں

تو نے وعدہ کبھی وفا نہ کیا
کس طرح تیرا اعتبار کروں

دل ہی کہتا ہے عہد ہے جھوٹا ۔۔۔ دل ہی کہتا ہے اعتبار کروں
تیری الفت میں تو ہی بتلا دے ۔۔۔ کیا طریقہ میں اختیار کروں
دل کا فوراً ہی فیصلہ ہو جائے ۔۔۔ دل کو نظروں سے گر دوچار کروں
چشم نم تیرے ایک قطرے پر ۔۔۔ لاکھ تاروں کو میں شمار کروں
ہوں میں مجبور دل کے ہاتھوں سے ۔۔۔ کیوں نہ اس بیوفا کو پیار کروں

غم سے فرصت اگر ملے بہزاد
ان کو سجدے ہزار بار کروں

پوچھتے کیا ہو میرا حال ہے کیا ۔۔۔ میں ہوں حیراں کہ یہ سوال ہے کیا
مر مٹا ہوں میں عشق کے ہاتھوں ۔۔۔ ہائے یہ عشق بھی وبال ہے کیا
تم ہی جانو مجھے تو علم نہیں ۔۔۔ شادمانی ہے کیا ملال ہے کیا
داد مجھ سے ستم کی چاہتے ہو ۔۔۔ ظلم کرنا بھی کچھ کمال ہے کیا
یوں نہ پہلے سے ہو جیئے برہم ۔۔۔ سُن تو لیجئے مرا سوال ہے کیا
کیا مرے رُخ سے غم نمایاں ہے ۔۔۔ پوچھتے ہیں وہ مجھ سے حال ہے کیا
حُسن کا تو مآل ہے معلوم ۔۔۔ عاشقی کا بھی کچھ مآل ہے کیا

اُس نے نقاب رُخ سے ہٹایا نہیں ہنوز
گلشن کو بجلیوں نے جلایا نہیں ہنوز

دل ہے کہ پاش پاش جگر ہے کہ پاش پاش
گو اس نظر نے تیر چلایا نہیں ہنوز

جو ذرہ جس جگہ پہ ہے سرمست ہو چکا
ساقی نے پھر بھی جام بڑھایا نہیں ہنوز

لاکھوں جواب دل میں ہیں ایک اک سوال پر
حالانکہ ان کا خط کوئی آیا نہیں ہنوز

جلوے ہزار ملتے ہیں ایک ایک گام پر
میری نظر میں کوئی سمایا نہیں ہنوز

اس آستاں کو کیوں ہے مری بندگی کی لاج
میں نے سرِ نیاز جھکایا نہیں ہنوز

تو ہو رہا ہے گو مری رگ رگ پہ جلوہ گر
پھر بھی تری قسم تجھے پایا نہیں ہنوز

دامن نہیں ہے چاک گریباں نہیں ہے چاک
لطفِ جنونِ عشق اٹھایا نہیں ہنوز

اے قوتِ خیال ذرا اور کام دے
جس کو بلا رہا ہوں وہ آیا نہیں ہنوز

تو نے بھلا دیا اُسے یہ تیرا کام تھا
بہزاؔد نے تو تجھ کو بھلایا نہیں ہنوز

آئے نظر جو آپ کے تیور خراب ہے
موتی برس پڑے مری چشم پر آب ہے

دو چار ہو رہا ہوں تمہارے شباب سے
گویا ملا رہا ہوں نظر آفتاب سے

مجھ کو کیا تباہ تمہارے شباب نے
لونگا میں انتقام تمہارے شباب سے

میرا خدا کرے میں ہوں یونہی مضطرب
ان کو سکوں ملا ہے مرے اضطراب سے

ہوتا ہے یوں تباہ محبت میں آدمی
دنیا یہ لے سبق مرے حالِ خراب سے

تابانیِ جہانِ محبت فزوں ہوئی
جلوے نکل گئے جو محل کر نقاب سے

اللہ رے غفلتیں یہ جوانی کے خواب کی
چونکے ہم آجتک نہ محبت کے خواب سے

جب مستیاں نصیب ہوں اس چشم مست سے
بہزاد کیوں نہ ہو مجھے نفرت شراب سے

مسرور ہوں کہ تجھسے محبت ہے آجکل
اب مجھ کو تیرے غم کی ضرورت ہے آجکل

ہے لب پہ میرے آہ تو آنکھوں میں اشک ہیں
مانوس غم سے میری طبیعت ہے آجکل

جہان بہار ہاں ترے جلوے ہیں روبرو
میری نظر کے سامنے جنت ہے آجکل

ہر وقت بیقرار تھا ہر وقت مضطرب
اتنا سکون تیری بدولت ہے آجکل

دیتی نہیں ہے کیوں مجھے پیغام مست
تیری نظر سے اتنی شکایت ہے آجکل

ہر وقت ان جنوں میں رہا نا نہ باز ہے
ہاں وہ امر ہے جس کے لئے در جبت ہے آجکل

میں سی رہا ہوں دامنِ صد چاک انِ جنوں
مجھ کو جنونِ عشق سے نفرت ہے آجکل

بہزاد دیکھو ان کی نگاہِ کرم کا فیض
کتنی سکوں پذیر طبیعت ہے آجکل

وہ جانِ قلب جانِ نظر جانِ عاشقی
آتا ہے مجھ سے آنے کو پیمانِ عاشقی

میرے خیال میں تو یہ ہے اک حسیں فریب
اس ہیولا ہے اور ہوا امکانِ عاشقی

قدموں پہ تیرے رکھدیا میں نے تو اپنا سر
یہ کفرِ عاشقی ہو کہ ایمانِ عاشقی

آنکھوں میں چند اشک ہیں دل میں ہے اک خلش
جو کچھ ہے بس یہ ہے سروسامانِ عاشقی

ہے تم کو گر غرور تو میں بھی ہوں بے نیاز
وہ شانِ حسن ہے تو یہ ہے شانِ عاشقی

ہے بھولنا محال ترا اس میں شک نہیں
کوشش کرونگا تا حدِ امکانِ عاشقی

جلووں نے دے رہے ہیں مجھے دعوتِ نظر
پھولا پھلا ہے آج گلستانِ عاشقی

بہزاد آزما چکا ہیں اس کو لاکھ بار
کوئی نہیں ہے دہر میں پرسانِ عاشقی

ہائے آنکھوں میں آ گئے آنسو
یاد اُن کی دلا گئے آنسو

دیکھیے تو قیامِ غم نہ رہا
غم کی دولت لٹا گئے آنسو

میرے غم کا ہوا انہیں احساس
غم کی عزت بڑھا گئے آنسو

میری پلکوں سے کیسے خوش ہو کر
اُن کے دامن پہ آ گئے آنسو

اب مجھے اُنکے غم کا کیا غم ہو
وہ بھی آ کر بہا گئے آنسو

آنکھ سے میری خاک پر گر کر
خاکساری سکھا گئے آنسو

سرِ مژگاں ہیں گر نہیں سکتے
کس مصیبت میں آ گئے آنسو

نام جب اُن کا آ گیا بہزاد
ہو کے مجبور آ گئے آنسو

اک مرے دم سے ہی قائم ہے نظامِ اضطراب
عشق کے یہ روز و شب یہ صبح و شامِ اضطراب

کیا سکوں سے مجھ کو مطلب کیا سکوں سے واسطہ
زندگانی وقف کر دی ہے بنامِ اضطراب

ہم نے بھی پہلو میں رکھی ہے جگہ اُس کے لئے

تاکہ ہو اچھی طرح سے احترامِ اضطراب

تو نے دیکھا اور پیدا ہو گئی دل میں خلش

تو نے پہنچایا نگاہوں سے پیامِ اضطراب

توڑنے کو تیرے کہنے سے میں توبہ توڑ دوں

لیکن اے ساقی ذرا نظروں سے جامِ اضطراب

ہاں نمازِ عاشقی میں ہو گئے مجھ سے ادا

کچھ سجودِ بے قراری کچھ قیامِ اضطراب

اضطرابِ مستقل کا اب سہارا ہو گیا

دے رہی ہے ہر نظر اُن کی پیامِ اضطراب

اُن سے کہئے رحم فرمائیں خود اپنے حال پر

لے رہے ہیں آج کیوں بہزاد نامِ اضطراب

میرے صبر و شکر پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے کون

اس کو تم ہی دیکھ لو حد سے بڑھا جاتا ہے کون

یاد مجھ کو آ گئی روزِ ازل کی داستاں

کس کے ہیں سارے کرشمے ٹھوکریں کھاتا ہے کون

تم نقابِ رُخ اٹھاؤ تم کو اس سے کیا غرض
کس کی قسمت میں ہے جلنا ہوش سے جاتا ہے کون

سخت حیرت ہے کہ کیوں ان کی نگاہیں پھر گئیں
مجھ کو سمجھاتی ہے دنیا اُن کو سمجھاتا ہے کون

تیری محفل میں تو جو آیا وہ ساغر لے گیا
تجھ کو ساقی کیا خبر ہے مست ہو جاتا ہے کون

چھیڑ دینا اپنی محفل میں ہماری داستاں
صرف اتنا دیکھ لینا اشک بھر لاتا ہے کون

چھوڑ دے تو میری کشتی کو خدا کے نام پر
ناخدا اے ناخدا طوفاں سے گھبراتا ہے کون

بزم تک تم آ تو جاؤ شمع کے انداز سے
اور آ کر دیکھ لو پروانہ بن جاتا ہے کون

رازدارانہ ادا سے دیکھتے ہیں وہ مجھے
ان سے اے بہزاد دل کا راز کہہ جاتا ہے کون

کوئی آج پھر جلوہ گر سامنے ہے
یہ کیسا فسونِ نظر سامنے ہے

یہ گیسو ہیں اُن کے یہ عارض ہیں اُنکے
کہ نیرنگ شام و سحر سامنے ہے

چلا چل اسی طرح منزل بہ منزل
قدم تیز رکھ رہگذر سامنے ہے

یہی ہیں کمالاتِ مشقِ تصوّر
بہت دُور ہے وہ مگر سامنے ہے

دئے جا یونہی اپنے جلووں کو زحمت
کہ جلووں کے تیرے نظر سامنے ہے

نظر کیا پڑے گی بھلا پھر کسی پر
کہ جب تم سا رشکِ قمر سامنے ہے

نہ رہ جاؤں میں بھی کہیں طور بنکر
ترا جلوہ پُر خطر سامنے ہے

پڑھوں اور محبت کا سجدہ گزاروں
کہ بہزادؔ وہ سنگِ در سامنے ہے

کہتے ہو تم کہ مجھ سے محبت نہیں رہی
اب مجھ کو تم سے کوئی شکایت نہیں رہی

کیا لگ سکیگا دل مرا تم اُٹھکے چل دئے
جنت جو سامنے تھی وہ جنت نہیں رہی

پہلے تھا میرے دل میں تمناؤں کا ہجوم
اب میرے دل میں کوئی بھی حسرت نہیں رہی

تم ظلم ڈھاؤ شوق سے دل کو کرو تباہ
اب مجھ کو آہ کرنے کی عادت نہیں رہی

دستِ طلب دراز کروں ان کے سامنے
پہلی سی میرے دل میں وہ جرأت نہیں رہی

تسکین مجھ کو ہوتی ہے اب غم سے ہر طرح　　　چشمِ کرم خوشی کی ضرورت نہیں رہی

بہزادؔ اس قدر ہوئے مصروفِ آرزو

ان کے تلاش کرنے کی فرصت نہیں رہی

ہر الم میرے لئے ہے ہر خوشی میرے لئے　　　زندگی کی شکل میں ہے زندگی میرے لئے

اللہ اللہ کیا ہے دنیائے محبت کا نظام　　　تم نہ آئے تو قیامت آگئی میرے لئے

اپنا اپنا ہے مقدر اپنا اپنا ہے نصیب　　　ہر خوشی اُن کے لئے ہے بےبسی میرے لئے

میری قسمت میرے بختِ نارسا کے ساتھ ساتھ　　　غم مہیا کر رہے ہیں آپ بھی میرے لئے

آپ ہی کی اک نگاہِ لطف پر موقوف ہے　　　آپ چاہیں تو الم بھی ہو خوشی میرے لئے

سجدے کرنے دو مجھے پائے صنم پر زاہدو　　　روزِ اوّل ہی سے ہے یہ بندگی میرے لئے

میں ہی تنہا اپنی حالت پر نہیں ہوں نالہ زن　　　اشک بھر لائے نہ آخر آپ بھی میرے لئے

اُن کا کیوں شرمندۂ احسان اے بہزاد ہوں

خود دعا گو ہے مری دیوانگی میرے لئے

اُن کو ہے جستجو مری اُن کا تو مدعا ہوں میں
خود کو کہاں کروں تلاش عشق سے ماورا ہوں میں

ہائے یہ بیخودیٔ شوق ہائے یہ بےخودیٔ عشق
اپنی ہی داستانِ غم آپ سے کہہ رہا ہوں میں

میری جہانِ عشق میں کس لئے آبرو نہ ہو
عشق کا آسرا ہوں میں شوق کا آسرا ہوں میں

اک نگاہِ لطف ہے حاصلِ صد مآلِ عشق
خود کو فریبِ آرزو کس لئے دے رہا ہوں میں

مجھ میں ہے جلوہ گر تمام بزمِ نشاط و سوز و ساز
رُوحِ روانِ عشق ہوں حُسن کا آئینہ ہوں میں

دستِ کرم کا راز تو دستِ کرم سے پُوچھ لو
دل میں ہے شانِ صد شہی کہنے کو اک گدا ہوں میں

اپنا کمال دیکھئے بخش دی زندگیٔ درد
میرا کمال دیکھئے غم میں بھی ہنس رہا ہوں میں

بے نیازئ غمِ دل یاد کرتی ہے تمہیں
یاد رکھنا میری محفل یاد کرتی ہے تمہیں

ہر قدم اک عافیت ہے ہر قدم محشر بپا
زندگی منزل بہ منزل یاد کرتی ہے تمہیں

یہ مری چشمِ تصور کا نیا انداز ہے
تم کو خود رکھ کر مقابل یاد کرتی ہے تمہیں

میری کشتی بحرِ غم میں تم کو باور ہو نہ ہو
دیکھ کر دوری ساحل یاد کرتی ہے تمہیں

پھر بڑھاؤ تم اسی انداز سے دستِ کرم
بے کسئ دستِ سائل یاد کرتی ہے تمہیں

تم مری آسانیوں کو چھینتے تو ہو مگر
یہ بڑی مشکل ہے مشکل یاد کرتی ہے تمہیں

ساغر و مے جام و مینا و صراحی و سبو
یعنی کل ساقی کی محفل یاد کرتی ہے تمہیں

ناتوانی بڑھ گئی ہے اس قدر بہزاد کی
اب نہ ہاں اس کی بہ مشکل یاد کرتی ہے تمہیں

تری یاد دل میں چھپا لی ہے ہم نے
نئی ایک دنیا بسا لی ہے ہم نے

نہ پوچھو کئی بار خود اپنی قسمت
بنا لی ہے ہم نے مٹا لی ہے ہم نے

کہاں ہے ترا سنگِ در آ نہ جائے
جبینِ محبت جھکا لی ہے ہم نے

عجب شے ہے ماز و نیازِ محبت
نظر پھر نظر سے ملا لی ہے ہم نے

جسے لوگ کہتے ہیں دردِ محبت
یہ شے تیرے صدقے میں پا لی ہے ہم نے

تری خبر ساقی ذرا لاج رکھ لے — کہ بوتل ابھی سے اٹھالی ہے ہم نے
اُرے رہنما کس طرف لے چلا ہے — محبت کی منزل تو پالی ہے ہم نے
جہاں پہ ہے بہزادؔ اُن کا تصور
وہیں زندگی بھی بلا لی ہے ہم نے

اُرے صیّاد کیوں میرا قفس رکھا ہے گلشن میں
مرا دل ہے نشیمن میں مری جاں ہے نشیمن میں
خبر بھی ہے تمہیں اشکِ مسلسل دیکھنے والو
یہی موتی وہ ہیں جن کو لئے پھرتا ہوں دامن میں
کسی کی کائناتِ ہوش کیا پھر لٹنے والی ہے
سنا ہے آجکل شورش سی ہے وادیٔ ایمن میں
وہ ذرّے جن پہ وہ مشقِ خرام ناز کرتے ہیں
انہیں تارے سمجھ کر میں اٹھا لیتا ہوں دامن میں
بہت ہی مضطرب تھے میری آنکھوں میری پلکوں تک
سکوں حاصل ہوا اشکوں کو جا کر تیرے دامن میں

ہے کچھ غنچوں کے لب پہ کچھ زبانوں پہ ہے بلبل کی
فسانہ حُسن و الفت کا ہُوا ہے عام گلشن میں
یہ سننے والے کیوں بہزاد مثلِ نقش بیٹھے ہیں
غزل اپنی نہیں کیا کیا کہہ گیا ہوں دل کی الجھن میں

سونا سا ہے کیوں رنگ بہاراں کئی دن سے
کیا غم میں ہے وہ جانِ گلستاں کئی دن سے
اُن کے بجو نہ ہونے کا تخیل ہے شب و روز
مغموم نظر، دل ہے پریشاں کئی دن سے
صد شکر توجہ سے لیا کام جنوں نے
ہاں اب تو گریباں ہے گریباں کئی دن سے
چپ چپ ہو کیوں کس کے تصور نے ستایا
آنکھیں ہی نظر آتی ہیں گریاں کئی دن سے
اس کفرِ مجسم نے یہ کیا سحر کیا ہے
میں اس پہ لٹانے کو ہوں ایماں کئی دن سے

افشا نظر آتا ہے مرا رازِ غمِ دل

نظروں سے محبت ہے نمایاں کئی دن سے

ہونے کو بپا کیا ہے کوئی اور قیامت

نظروں میں ہے وہ آفتِ دوراں کئی دن سے

بہزاد حزیں آگئی کیا فصلِ بہاراں

کیوں پھرتے ہو تم چاکِ گریباں کئی دن سے

دستِ جنوں پسند یقیں بہار کر
ہاں آگئی بہار مرا اعتبار کر

میں نے تو انتظار بہت دن کیا ترا
اب چند روز تو بھی مرا انتظار کر

قلبِ وفا پسند تجھے دوست کی قسم
خود ہو کے بے قرار مجھے بیقرار کر

تو نے جو غم دیا ہے اسی میں میں مست ہوں
میں نے یہ کب کہا کہ خزاں کو بہار کر

ہاں تیرے آستاں پہ ترے پائے ناز پر
معراج مل گئی مجھے سجدے گذار کر

نیرنگ عاشقی کا ہے یہ مجھ کو مشورہ
غم اختیار کر نہ خوشی اختیار کر

آخر حریمِ ناز سے بہزاد مبتلا

اُس نے کسے پکارا یہ مجھ کو پکار کر

زندگی کو تباہ چاہتا ہوں جلوۂ بے پناہ چاہتا ہوں
اُن سے نفرت کا تکملہ ہو جائے اور کچھ اشتباہ چاہتا ہوں
اور کچھ دن کی زندگی مل جائے اور تھوڑے سے گناہ چاہتا ہوں
میرا خود سے نباہ ہو جائے آپ سے کب نباہ چاہتا ہوں
ہیں نگاہ کرم سے باز آیا ظلم سے رسم و راہ چاہتا ہوں
دل کی بربادیاں بھی دیکھ چکوں اک تڑپتی نگاہ چاہتا ہوں
ہے گناہوں سے رحمتوں کی شان مَیں گنہ ہی گناہ چاہتا ہوں
زندگی کے لئے میں اے بہزاؔد
دِل سا اِک خیر خواہ چاہتا ہوں

غم سے جو دل نجات نہ پائے تو کیا کروں
بے اختیار نکلے جو ہائے تو کیا کروں
دل سے ہزار یاد کروں میں تجھے مگر
جب تو ہی مجھکو یاد نہ آئے تو کیا کروں
ٹھکرا دوں لاکھ جام میں توبہ کے واسطے

آنکھوں سے مجھکو کوئی پلائے تو کیا کروں

حائل ہیں درمیان ہیں جلوے ترے ہزار
تجھ تک مری نگاہ نہ جائے تو کیا کروں

مانا کہ تم حسین نہیں مہ لقا نہیں
پر دل مرا تمہیں پہ جو آئے تو کیا کروں

مجھکو جہاں میں رفعتیں حاصل تو ہیں مگر
نظروں سے تو جو مجھ کو گرائے تو کیا کروں

آنسو گریں نہ آنکھ سے نکلے نہ لب سے آہ
دل پر گھٹا غموں کی جو چھائے تو کیا کروں

دل سے تو عہد یہ تھا نہ جاؤں گا میں کبھی
بہزاد خود کوئی جو بلائے تو کیا کروں

تیری بہارِ حسن سے حیراں ہزار ہیں — دیوانے لاکھ چاک گریباں ہزار ہیں
درکار ہیں مجھے تو ترے جلوہ ہائے حسن — پھولوں کے واسطے تو گلستاں ہزار ہیں
تو لاکھ کفر ساز بتِ بے وفا سہی — پھر بھی نثار ہونے کو ایماں ہزار ہیں

وہ دل ہی کیا کہ جس میں کوئی آرزو نہ ہو
اس دل کو دیکھ جس میں کہ ارماں ہزار ہیں

کیوں دل ہو مضطرب نہ ہو جس دل میں آجکل
بے چین تیرے واسطے ارماں ہزار ہیں

کالی گھٹا ہے مست ہے ساقی کی ہر نظر
بہکوں نہ کیوں بہکنے کے ساماں ہزار ہیں

بہزاد کے لئے ہے عبث اُن کی آنکھ تر
بہزاد جیسے چاکِ گریباں ہزار ہیں

پا رہا ہوں زندگانی کے مزے
اللہ اللہ دلستانی کے مزے

عشق کی ناکامیوں میں سر بسر
ہم نے پائے کامرانی کے مزے

مجھ سے اے طوفاں کوئی پوچھ لے
تیری موجوں کی روانی کے مزے

مدبھری آنکھوں میں ان کی دیکھئے
ہیں شرابِ ارغوانی کے مزے

ہیں بہت دنیائے عشق و شوق میں
سوز و سازِ زندگانی کے مزے

پوچھ ہر ذرّے سے ہر تارے سے پوچھ
اپنے رُخ کی ضوفشانی کے مزے

مل چکے ہیں بارہا بہزاد کو
تیرے لطف و مہربانی کے مزے

کامرانی بھی مری ناکام ہے — کیا محبت کا یہی انجام ہے
زندگی ناکام ہی ناکام ہے — زندگی ناکامیوں کا نام ہے
پھر ذرا تکلیف فرما جائیے — پھر مریضِ عشق کو آرام ہے
آہ کی ملزم بھی ہے میری ہی ذات — ضبط کا بھی میرے سر الزام ہے
آنکھ میں آنسو ہیں میری لب پہ آہ — عاشقی وقفِ غم و آلام ہے
ہے گلستاں کا ہر اک پتہ گواہ — جس کو کہتے ہیں سحر وہ شام ہے
جس نے سر رکھا ہے پائے ناز پہ — آپ کا اک بندۂ بے دام ہے

جا رہے ہیں اک طرف دیوانہ وار
حضرتِ بہزاد جن کا نام ہے

ایک رنگین خواب کی خاطر — جی رہا ہوں شباب کی خاطر
کچھ خبر ہے جہانِ الفت میں — مر مٹا ہوں جناب کی خاطر
میری آنکھیں ہیں سوئے رہگذر — ایک مستِ شباب کی خاطر
وہ اٹھائینگے کیوں بھلا تکلیف — مجھ سے خانہ خراب کی خاطر
دل نے بھی خون کر دیا پانی — میری چشمِ پُر آب کی خاطر

میں نے ان سے سوال لاکھ کئے　　ایک رنگیں جواب کی خاطر
کیوں کروں التجائیں ساقی کی　　ایک جامِ شراب کی خاطر

اپنے بہزادؔ پہ کرم کیجئے
اس کے حالِ خراب کی خاطر

میں جو حاضر ترے حضور نہیں　　اس میں میرا کوئی قصور نہیں
آہ کرنا کوئی قصور نہیں　　پر نہیں قلب ناصبور نہیں
یاد آتی ہے اب بھی مست نظر　　اتنی پینے پہ بھی سرور نہیں
حسنِ خود دار کی خودی ہو گی　　میں نے مانا تمہیں غرور نہیں
تیری محفل میں غیر کے ہمراہ　　میرا ہونا تو کچھ ضرور نہیں
تو نگاہوں سے میری دور سہی　　پر یقیں مان دل سے دور نہیں
تیرے جلووں کے نور سے آخر　　کون سا ذرہ ہے جو طور نہیں

مست نظروں سے چور ہے بہزادؔ
نشۂ عاشقی میں چور نہیں

تم کو بتائیں عشق میں کیا مل گیا ہمیں
جس کی تھی جستجو وہ پتہ مل گیا ہمیں

ہم تو جہانِ عشق میں بس جانتے ہیں یہ
تم مل گئے ہمیں تو خدا مل گیا ہمیں

ان کی تلاش میں تو ہمیں کھو کے رہ گئے
ڈھونڈا جو خود کو ان کا پتہ مل گیا ہمیں

وہ رو رہے ہیں آج ہمارے خیال میں
لو آج اپنے غم کا صلہ مل گیا ہمیں

دستِ کرم نے دستِ گدا کی رکھی ہے لاج
جتنی طلب تھی اس سے سوا مل گیا ہمیں

جی چاہتا ہے یوں ہی بہے جائیں عمر بھر
جلووں میں ناخدا کے خدا مل گیا ہمیں

کیونکر نہ ہم کو اپنے مقدر پہ ناز ہو
دنیا میں تم سا جانِ وفا مل گیا ہمیں

بہزادؔ ہم کو اپنے خدا پر نہ کیوں ہو ناز　جو کچھ بھی ہم نے اس سے کہا مل گیا ہمیں

کیوں میری بزمِ شوق سجاتے نہیں ہو تم
کب سے بلا رہوں میں آتے نہیں ہو تم

دِل بجھ گیا ہے عشق سے گھبرا گیا ہوں میں
جب سے نظر میں آ کے سماتے نہیں ہو تم

کیوں بدگمانیاں نہ ہوں کوئی تو بات ہے
نظروں سے کیوں نظر کو ملاتے نہیں ہو تم

خاموشیوں کا کیا ہے سبب چپ ہو کس لئے
وہ کون راز ہے جو بتاتے نہیں ہو تم

دستِ طلب تمہاری ہی جانب ہے دیکھ لو
دستِ کرم اِدھر کو بڑھاتے نہیں ہو تم

کیوں اس قدر حجاب ہے کیوں رُخ پہ ہے نقاب
ذرّوں کو رشکِ طور بناتے نہیں ہو تم

بہزادؔ جس کا نام ہے دنیائے عشق میں
اس کی فضائے عشق پہ چھاتے نہیں ہو تم

مجھے لائق ہر گلستاں بنا دو — گریباں کو میرے گریباں بنا دو
بھلا آئینہ پر ہی کیا منحصر ہے — جسے چاہو تم اُس کو حیراں بنا دو
میں قربان! ہر ایک جلوے کو اپنے — مرا دل بنا دو مری جاں بنا دو
جو چاہو تو تم اک اشارے سے اپنے — ہر اک میری مشکل کو آساں بنا دو
ذرا اپنے قدموں پہ سجدے کرا کر — مرے کفر کو آج ایماں بنا دو
زمانہ پہ تم ڈال کر اپنے جلوے — ہر اک ذرہ شمع شبستاں بنا دو
مجھی کو بنا دو الم کا فسانہ — مجھی کو فسانے کا عنواں بنا دو

نہیں تم سے بنتا جو کوئی پریشاں
تو بہزادؔ کو مست و حیراں بنا دو

وفا کے امتحاں ہم نے دئے ہیں — ہزاروں بار مر مر کے جئے ہیں
مری وحشت وہ میری ہوشیاری — کہ دامن چاک کر کر کے سئے ہیں
ان آنکھوں سے نگاہوں نے ہماری — ہزاروں جام بھر بھر کے پئے ہیں
ہمیں مرنا تھا ان پر مر گئے ہم — مگر جو جینے والے تھے جئے ہیں
کرم اے رحمتِ پروردگاری — گناہ تیرے بھروسہ پر کئے ہیں

زمانے کا فریب اللہ اکبر   زمانے نے بہت دھوکے دئیے ہیں

نئی کوئی کہانی چھیڑ بہزاد
فسانے عشق کے سب سن لئے ہیں

مری زندگیٔ غم کا یہ ہے مختصر فسانا
کبھی آہ آہ کرنا کبھی اشکِ غم بہانا

وہ لطافتِ تبسّم وہ حسین مسکراہٹ
اُسی شان سے ذرا پھر اِدھر آکے مسکرانا

ہو وہ غم کی یا خوشی کی نہیں کوئی بزم سونی
ہے اُدھر مری کہانی تو اِدھر مرا فسانا

تجھے پوجتا رہا ہے تجھے پوجتا رہے گا
ترے حُسن کی بدولت یہ جہان یہ زمانا

یہ ہے جذبۂ محبت یہ تقاضۂ جبیں ہے
گذاروں کیوں نہ سجدے یہ ہے تیرا آستانا

تری آرزو میں ظالم تری جستجو میں ظالم

ہمیں غم اٹھا چکے ہیں ہمیں کو ہے غم اٹھانا

تو ہی کہہ دے مجھ پہ آخر یہ جہاں نہ مر مٹے کیوں

تری حشر زا ادائیں ترا حُسن کافرانہ

مجھ کو کرنے دو آرزو اپنی
اس میں شامل ہے جستجو اپنی

ان کی باتوں سے کیا غرض مجھ کو
سُن رہا ہوں میں گفتگو اپنی

حُسن والوں سے واسطہ کیا ہے؟
حسرت اپنی ہے آرزو اپنی

عاشقی کا طفیل ہے ورنہ
کون کرتا ہے آرزو اپنی

ناز کس شے پہ کر رہی ہے بہار
رنگ اپنا ہے اور نہ بُو اپنی

وحشی دامن جو اپنا پھاڑ چکا
جیب کرنے لگا رفو اپنی

لاکھ سمجھائیں آپ انہیں بہزاد
وہ نہیں چھوڑنے کے خُو اپنی

نہیں ہے جہاں میں مثالِ محبّت — یہی ہے فریبِ جمالِ محبت

سمجھ سے بہت حُسن کے ماورا تھا — کیا تھا جو میں نے سوالِ محبت

ازل سے ابد تک بقا ہی بقا ہے — وہ سُنکر ہیں حیراں کمالِ محبّت

وہ جلوے لٹاتے چلے آرہے ہیں — اُنہیں آگیا کیا خیالِ محبّت

نظر آ رہی ہے نظر مضمحل سی — نظر سے ہے ظاہر ملالِ محبّت

بھلا پوچھ کر کیوں بڑھاتے ہو غم کو — نمایاں ہے چہرے سے حالِ محبت

خوشی میں بھی خوش ہی غموں میں بھی خوش ہے — یہ ہے سب سے بڑھ کر کمالِ محبت

محبّت میں بہزاد رونا پڑے گا
نہ بہزاد کرنا خیالِ محبّت

چُپ بیٹھے سُن رہے ہیں اللہ رے مہربانی
دل کہہ رہا ہے اُن سے بھولی ہوئی کہانی

ناکامیوں سے پُر ہے اب تک مری جوانی
مجھ کو خبر نہیں ہے کیا شے ہے کامرانی

اللہ رے محبّت مر مر کے جی رہا ہوں

نظروں کے سامنے ہیں غمہائے زندگانی

آ میری زندگی کا عنوان بدل دے آکر

ٹھنڈی ہیں کیا ہوائیں کیا رات ہے سہانی

تم اپنے خود بھی آکر اندازِ حُسن دیکھو

ہر چیز میں ہیں جلوے ہر شے پہ ہے جوانی

ساقی تجھے ان اپنی مست انکھڑیوں کا صدقہ

اک جامِ ارغوانی اک جامِ ارغوانی

بلبل کی ہے زباں پہ قمری کی ہے زباں پہ

بہزاؔد کا فسانہ بہزاد کی کہانی

یہ نہ پوچھو زندگی کیا ہو گئی — زندگی غم کا سہارا ہو گئی

ہائے وُہ تو آج میرے غم میں ہیں — میری دُنیا اُن کی دنیا ہو گئی

سُن رہی تھی جس کو دنیا بار بار — وُہ کہانی بھی فسانہ ہو گئی

اُن پہ قرباں ہو گئی ہے آرزو — ان پہ صدقے ہر تمنّا ہو گئی

اے نگاہِ آرزو قرباں ترے — دوست کی تصویر پیدا ہو گئی

اک محبت سے بھری ان کی نظر میرے جینے کا سہارا ہو گئی
ان کی یاد آتے ہی یہ کیا ہو گیا ٹیس سی کیوں دل میں پیدا ہو گئی

آ گئے بہزادؔ جب وہ سامنے
ہر نظر محوِ تماشا ہو گئی

میں نہیں تیرے آستاں کے قریب ایک ذرّہ ہے آسماں کے قریب
کیسی یہ روشنی ہے اے صیّاد کیا یہ بجلی ہے آشیاں کے قریب
جھک گیا ہے بصد خلوص و نیاز میرا سر تیرے آستاں کے قریب
رہ گیا کیا کوئی تھکا ہارا گرد کیسی ہے کارواں کے قریب
دردِ الفت اسی کا نام ہے کیا اک خلش ہے دلِ تپاں کے قریب
توبہ قائم نہ رہ سکی میری جا کے اس جامِ ارغواں کے قریب

جاگ اٹھا مرا جنون بہزادؔ
جونہی پہنچا میں گلستاں کے قریب

پچھتائیں کیوں نہ تم پر ہم اعتبار کر کے
آنکھیں بدل رہے ہو آنکھوں کو چار کر کے

سب کو بھلا چکا ہوں زنداں میں ہم صفیرو!
بے چین کر نہ دینا ذکرِ بہار کر کے

ہم نے تری کہانی دنیا کو کہہ سنائی
آہیں ہزار بھر کے نالے ہزار کر کے

ہے بے بسی کی دنیا ہے بے کسی کا عالم
ناوک فگن ملا کیا دل کو شکار کر کے

لطفِ مدام پایا کیفِ دوام پایا
اپنی نگاہِ غم سے جلووں کو پیار کر کے

تسکین مل رہی ہے صبر آ گیا ہے ہم کو
ضبطِ غم و الم کی خو اختیار کر کے

ساقی ترے تصدق اتنا مجھے بتا دے
بہزاد کو پلائی کیوں ہوشیار کر کے

سُننے والو یہ ہے حالِ زندگی | زندگی خود ہے مآلِ زندگی
عشق کی منزل میں ہے ہر گام پر | جسکو کہتے ہیں ہلالِ زندگی
آنکھ میں آنسو ہیں لیکن ہوں خموش | اس کو کہتے ہیں کمالِ زندگی
سوچئے تو زندگی کچھ بھی نہیں | زندگی ہے بس خیالِ زندگی
زندگی میں کیف ہی جب کچھ نہیں | مجھ کو کیوں ہو پھر ملالِ زندگی
جی اُٹھوں گا اک نگاہِ لطف سے | کر رہا ہوں میں سوالِ زندگی

حضرت بہزاد کہنا مانئے
اُن سے کہئے گا نہ حالِ زندگی

میں یہ ساغر کروں گا کیا ساقی | آنکھ سے آنکھ سے پلا ساقی
رکھ لے لِلّٰہ میکشی کی لاج | تجھ کو توبہ کا واسطہ ساقی
مے کشوں سے گریز کرتا ہے | آج یہ تجھ کو کیا ہوا ساقی
اچھا اچھا مجھے شراب نہ دے | آنکھ سے آنکھ تو ملا ساقی
سجدے کرنے دو سوئے میخانہ | میرا کعبہ تو ہے مرا ساقی
چھٹ سکیگا نہ مجھ سے میخانہ | میرے دل کا ہے آسرا ساقی

بے خودی بھی ہو جس میں ہوش بھی ہو
ایسی بہزاد کو پلا ساقی

کر کے محفل میں باریاب مجھے
دے دیا عالم خراب مجھے

جو پلائی تھی آنکھ سے تُو نے
پھر پلا دے وہی شراب مجھے

خوب پہچانتے ہیں ہاں بیشک
جلوہ ہائے تہِ نقاب مجھے

ہائے تیرے جنونِ الفت نے
کر دیا خانماں خراب مجھے

کیا ملا غم کی آبرو کھو کر
یہ بتا دیدۂ پُر آب مجھے

داد دے حسنِ انتخاب کی کچھ
اے مرے حسنِ انتخاب مجھے

میری قسمت میں تھا تو اے بہزاد
مل گیا عشق کامیاب مجھے

مرا سکون ہے ظالم مرا قرار ہے تو
مرے چمن میں جو رہتی ہے وہ بہار ہے تو

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا فریب ہے یہ
سنا ہے میرے لئے محوِ انتظار ہے تو

بتا دے تُو ہی کہ میں کیا ہوں اور تو کیا ہے
خزاں نصیب ہوں میں جلوۂ بہار ہے تو

یہ فخر ہو مجھے حاصل مرا نصیب کہاں — بتا تو کس کے لئے آج بیقرار ہے تو
کھلا یہ راز کہ تجھ سا وفا شعار نہیں — سنا تو یہ تھا بہت ہی وفا شعار ہے تو
بشر تو پھر بھی بشر ہے ملک ہیں وارفتہ — ہزار جلوۂ قدرت کا شاہکار ہے تو

کسی جگہ نہیں لگتا ہے دل ترا بہزاد
یہ بات کیا ہے کئی دن سے بیقرار ہے تو

کٹ گئیں اعتبار کی راتیں — آپ کے انتظار کی راتیں
تیرے جلوے ہیں تمام گلشن پر — اللہ اللہ بہار کی راتیں
خیر سے کیوں بدل گئیں آخر — آپ کے اختیار کی راتیں
یاد ہیں عمر بھر رہیں گی یاد — حسن و الفت کی پیار کی راتیں
اب کہاں بھول جاؤ اے مضطر — وہ سکوں وہ قرار کی راتیں
آہ و نالہ تھا بے قراری تھی — خوب تھیں انتظار کی راتیں

دیکھ لے آکے کیسے کٹتی ہیں
تیرے بہزاد زار کی راتیں

رات گزری ہے جستجو کرتے
چاند تاروں سے گفتگو کرتے

ہم کو مارا ہے آرزو نے تری
کاش تیری نہ آرزو کرتے

رُک ہی جاتے وُہ آکے پلکوں تک
ہم جو اشکوں کی آبرو کرتے

دستِ وحشت کی کیا نہیں قیمت
جیبِ دامن کو کیوں رفو کرتے

ہم کو معلوم ہے یہ ذوقِ تلاش؟
عمر گزرے گی جستجو کرتے

فرق رہتا نہ حسن و عشق میں کچھ
دور گر قیدِ ماؤ تو کرتے

پاس پہنچے تو گفتگو نہ ہوئی
ورنہ ارماں تھا گفتگو کرتے

اُن کے تارِ نگاہ سے بہزاد
دل کے زخموں کو ہم رفو کرتے

ہم بھی خود کو تباہ کر لیتے
تم ادھر ہی نگاہ کر لیتے

وہ ہماری تباہیاں ہیں کدھر
ان سے پھر رسم و راہ کر لیتے

دل میں حسرت رہ گئی غم میں
نالۂ بے پناہ کر لیتے

کیا کرم دیکھتے ہیں رحمت کے
کاش ہم بھی گناہ کر لیتے

شب کی ہم بے قراریوں کیلئے
شبِ غم کو گواہ کر لیتے

عشق مانا گناہ تھا لیکن — کاش یہ بھی گناہ کر لیتے
پھر اسی ناز سے مرے دل پر — اک اچٹتی نگاہ کر لیتے

دہر میں رہ کے کاش اے بہزاد
سیر ہر جلوہ گاہ کر لیتے

ہمیں رنج و الم سے دور جانا ہی نہیں آتا
بھلا کیا مسکرائیں مسکرانا ہی نہیں آتا

حسینوں کی خطا کیا ہے محبت کی تجلی کو
نگاہوں میں [illegible] حسینوں کی سمانا ہی نہیں آتا

حریم ناز میں جا بیٹھے ہو آخر کس لئے چھپ کر
حریم ناز [illegible] آنا ہی نہیں آتا

نگاہوں نے تمہاری اُف کہیں کا ہی نہیں رکھا
مگر [illegible] یہ ہو تجلی گرانا ہی نہیں آتا

اٹھائیں سر تو قدموں سے مگر تم کو خبر بھی ہے
ہمیں قدموں پہ [illegible] رکھ کر اٹھانا ہی نہیں آتا

بہت ہم رو چکے تھے اب رلاتے شوق سے انکو
قیامت تو یہ ہے ہمکو رلانا ہی نہیں آتا

بھلا کیونکر بڑھے پھر دونوں عالم کی یہ تابانی
وہ کہتے ہیں نقاب رُخ اٹھانا ہی نہیں آتا

محبت کا مری بہزاد وہ دعوی تو کرتے ہیں
انہیں کیا آزمائیں۔ آزمانا ہی نہیں آتا

خبر بھی ہے اے نوبہارِ [illegible] | ہے گریباں کوئی سوگوارِ محبت
گریباں گریباں جنونِ تعشق | گلستاں گلستاں [illegible] بہارِ محبت
ٹھکرائیں اسکو کہ دل میں جگہ دیں | [illegible] گیا [illegible] بیمارِ محبت
[illegible] تم نے جو حال اسکو کیا تھا | [illegible] ہے شکارِ محبت
[illegible] ہم سے ہم ہی کیوں مطمئن ہوں | تجھے [illegible] نہیں [illegible] بارِ محبت
[illegible] شدے کچھ نگاہوں سے مستی | [illegible] ادھر شاہکارِ محبت
نگا [illegible] ظلم و ستم ڈھا کے مجھ پہ | پشیماں ہے شرمسارِ محبت
جنوں کی [illegible] ہے یہ بہزاد مضطر | ہیں [illegible] اریاں ناگوارِ محبت

آنکھوں نے دیا مجھکو جب جام محبت کا
نظروں نے دیا بڑھ کر پیغام محبت کا

پہلے نہ بتایا تھا انجام محبت کا
اب مجھ پہ لگاتے ہو الزام محبت کا

معلوم نہیں کیا تھا معلوم نہیں کیا ہو
آغاز محبت کا انجام محبت کا

آنکھوں میں تمہاری بھی موتی سے جھلکتے ہیں
ہاں ہاں یہ کرشمہ تو ہے عام محبت کا

میں عشق کا بندہ ہوں اک فرض ہے یہ میرا
اک سجدہ کروں جھک کے ہر گام محبت کا

نظروں میں اور آنکھوں میں ہے فرق تری اتنا
یہ نشہ محبت کا وہ جام محبت کا

پھر یاد ستاتی ہے پھر ہچکیاں آتی ہیں
شاید کہ پھر آئے گا پیغام محبت کا

ڈھائے ہیں ستم ظالم بھی رسوا بھی کیا تم کو
بہزاد نہ ہرگز لو اب نام محبت کا

یہ کہہ دوں محبت سے بیزار ہو تمہیں
اک آفت میں ہر دم گرفتار ہوں میں

مری سمت بھیجو غموں کو جہاں کے
غموں کی بدولت ہی غمخوار ہوں میں

مری پارسائی یہ دنیا نہ جائے
خدا جانتا ہے گنہگار ہوں میں

کرشمے محبت کے کیا کوئی جانے
یہی بے خودی ہے کہ ہشیار ہوں میں

جو قسمت مری سو رہی ہے تو کیا ہے
خود اپنی جگہ پر تو بیدار ہوں میں

نہ معلوم کس کی ہے مجھ کو تمنّا
نہ معلوم کس کا خریدار ہوں میں
بہت دور ہوں کفر و ایماں کی حد سے
انہیں سجدہ کرنے کو تیار ہوں میں
نہ خود سے ہوں ہشیار بہزاؔد نگئیں
نہ دل سے ہی اپنے خبردار ہوں میں

بتلاؤں میں نظروں میں مری کیا ہے جوانی
دیکھا ہوا اک ایک تماشا ہے جوانی
ہے حسن کی صورت تو کہیں عشق کی صورت
دنیا نہ یہ سمجھے کہ تماشا ہے جوانی
اپنا ہی نہیں کوئی جو یہ راز بتا دے
حسرت ہے جوانی کہ تمنّا ہے جوانی
جلوے ابھی کہتے ہوئے گذرے ہیں ادھر سے
کچھ بھی نہیں اک حسن کا سانچہ ہے جوانی
تم جانِ محبت ہو محبت ہے مرا دل
تم جانِ تمنّا ہو تمنّا ہے جوانی

کہنے لگیں ان مدبھری آنکھوں سے جو پوچھا
اک دعوتِ مستی کا تقاضہ ہے جوانی
یوں تم جو مٹے جاتے ہو بہزادؔ کسی پہ
تم نے بھلا کس چیز کو سمجھا ہے جوانی

پہلے تو ملال تھا عقدہ کشا کوئی نہیں
اب یہ کھلا ہے ماجرا غم کی دوا کوئی نہیں
میرا نیازِ عشق بھی طرفہ نیازِ عشق ہے
دل میں ہیں لاکھ ولولے لب پہ دعا کوئی نہیں
ایک نگاہ لطف نے طرفہ ستم یہ ڈھا دیا
یا تو ہزار زخم تھے قلب میں یا کوئی نہیں
ہاں میں قصوروار ہوں سچ ہے گنہگار ہوں
اپنے کرم سے پوچھ لو میری خطا کوئی نہیں
میری نگاہ شوق کا دیکھ یہ حسنِ انتخاب
میری نگاہِ شوق میں تیرے سوا کوئی نہیں

غم نہیں ہے ہمیں ملال نہیں — حال یہ ہے کہ کوئی حال نہیں
سر جھکایا تھا حکم پر میں نے — سر اٹھاؤں مری مجال نہیں
بیت جاتے ہیں دن بھی ساون کے — میری توبہ کا اب وہ حال نہیں
مل چکا مجھ کو جو بھی ملنا تھا — اب مجھے حسرتِ سوال نہیں
آپ کا ہے فقط خیال مجھے — غم میں اپنا تو کچھ خیال نہیں
رات دن کس لئے پھر اگریاں — زندگانی اگر وبال نہیں

ضبط کرنا کمال ہے بہزادؔ
آہ کرنا کوئی کمال نہیں

اک دلِ مغموم کو آنسو بہانا آگیا — ناز والے ناز کرنے کا زمانہ آگیا
اللہ اللہ میری منزل اس سے بھی آگے ہی گیا — جس جگہ جھکتے ہیں سر وہ بھی ٹھکانا آگیا
میری جانب لے چلا صیاد جب میرا قفس — میں یہی سمجھا کہ میرا آشیانہ آگیا
آپ کے جلوے جو بے پردہ نظر آنے لگے — میری نظروں میں سمٹ کر کل زمانہ آگیا
انتہائے غم میں بھی مسرور ہوں شاداں ہوں میں — لو مبارک ہو مجھے بھی مسکرانا آگیا
خام کارِ عشق بھی اب پختہ کارِ عشق ہیں — صدمے سہنا آگئے ہیں غم اُٹھانا آگیا

پاؤں میں لغزش ہے تیرے بند ہیں آنکھیں تری
ہوش میں بہزاد آ وہ آستانہ آگیا

تیری ہی تجلی سے ہر اک شام و سحر ہے — حیراں ہوں کیونکر کہ نظر پھر بھی نظر ہے
ہر طرح ہر انداز محبت کا اثر ہے — سر ہے تری چوکھٹ پہ جبیں ہے ترا در ہے
ہر گام پہ ہیں کس لئے سجدے نہ گزاروں — مشہور زمانہ میں مرا ذوق نظر ہے
تو نے عجب انداز سے گلشن کو نوازا — جلوہ ترا گلشن میں برنگ گل تر ہے
اب کے کچھ اس انداز سے ہے فصل گل آئی — دامن کو خبر ہے نہ گریباں کو خبر ہے
وہ دور گیا وقت گیا ناصح ناداں — اب عشق کی الجھن نہ ادھر ہے نہ ادھر ہے

بہزاد کو کیوں دیکھ کے حیراں ہے زمانہ
بہزاد یہ اک جانِ محبّت کی نظر ہے

وہ گئے، دل گیا قرار گیا — خیر یہ ہے کہ اختیار گیا
کس نے کی مجھ پہ یہ نگاہ کرم — کون عالم مرا سنوار گیا
سچ سمجھتے تھے آپ کا وعدہ — جائیے آج اعتبار گیا

ہائے تیرِ نگاہِ نازِ دوست — آنکھوں آنکھوں میں دل کے پار گیا

دل کی بازی لگا کے نظروں سے — جیتتے جیتتے میں ہار گیا

ہے خبر؟ کوئی آستاں پہ ترے — سجدۂ عاشقی گذار گیا

ہے تمنّا اسی کی پھر بہزاد
جس کی محفل میں لاکھ بار گیا

کیا تمہیں یہ نہیں معلوم محبّت والو
میں بھی اس غم میں ہوں مغموم محبّت والو
کیف کہتے ہیں جسے عشق کی حد سے ہے دُور
عشق ہے عیش سے محروم محبّت والو
کیا کرے وہ درِ جاناں پہ نہ دے جان اگر
جس کا اچھا نہ ہو مقسوم محبّت والو
دُور خوشیوں سے رہا دُور مسرّت سے رہا
صرف میرا دل مرحوم محبّت والو
تم نے جب بھی کسی مظلوم کا قصہ چھیڑا

آئی یادِ دل مرحوم محبت والو

کون ہے جو کہ محبت میں ہوا ہے شاداں
ایک مَیں ہی نہیں محروم محبت والو

کیا مری طرح تمہارا بھی ہوا ہے دل خوں
تم ہو کس واسطے مغموم محبت والو

کس پہ بہزادؔ مٹا کس پہ ہوا وارفتہ
اس کو یہ بھی نہیں معلوم محبت والو

زندگی کا صلہ دیا تُونے — اُن کو میرا بنا دیا تُونے
جب بھی ہر بوہ دکھا دیا تُونے — دِل سے سب کچھ بھلا دیا تُونے
ہے مرے پاس سب ترا صدقہ — کیا بتاؤں کہ کیا دیا تُونے
دلِ حسرت زدہ کی رکھ لی لاج — ان کو دل میں بٹھا دیا تُونے
میری ہستی کا مدعا کیا ہے — مجھ کو یہ بھی بتا دیا تُونے
زندگی پہ نگاہ کیا ڈالی — زیست کو جگمگا دیا تُونے
اُن کی اُلفت کا آج اے بہزادؔ — نقش دل سے مٹا دیا تُونے

افسانۂ جنونِ محبّت نہ پُوچھیے
مغموم ہوں میں کس کی بدولت نہ پوچھیے

کیا چیز ہیں یہ حُسن و محبّت نہ پُوچھیے
ہر شے ہے اک فریبِ حقیقت نہ پوچھیے

توبہ پہ اختیار نہیں ہے وگرنہ آج
کیا کہہ رہی ہے میری طبیعت نہ پوچھیے

بہتر تو ہے یہی کہ زباں بند ہی رہے
کیا مجھکو آپ سے ہے شکایت نہ پوچھیے

اب تو بغیر غم کے بہلتا نہیں ہے دل
مجھ کو غموں کی کیوں ہے ضرورت نہ پوچھیے

اک خانماں خراب ہے بیزار جان و دل
اک خانماں خراب کی جرأت نہ پوچھیے

بہزادؔ کائنات مری مست ہو گئی
کیا کہہ گئی نگاہِ محبّت نہ پوچھیے

آ اور دل و جگر میں نظر میں سمائے جا
میرے تصوّرات میں ہر وقت آئے جا

مجھ کو نہ دیکھ میرے غموں پہ نہ کر نظر
تو مُسکرا رہا ہے تو ہاں مُسکرائے جا

تو سُن کے کیا کرے گا مرے قصّہ ہائے غم
ہاں تو ہی کچھ پیامِ محبّت سنائے جا

ان جلوہ ہائے حُسن سے ترچھی نگاہ سے
گر اور کچھ نہیں تو قیامت ہی ڈھائے جا

جلوے دکھا کے ہوش ہمارے بجا نہ رکھ
نیرنگ حُسن وشوق کا منظر دکھائے جا

مملو ہوں وُہ خوشی سے کہ لبریز غم سے ہوں
ہر وقت میرے دل کی فضاؤں پہ چھائے جا

کب تک نہ مسکراؤں گا ہے دیکھنا مجھے
نظروں سے اپنی دل کو مرے گدگدائے جا

مطرب یہ تیرا کام ہے۔ بہزاؔد سے نہ پوچھ
جو تیرے دل کو بھائے وہی گنگنائے جا

تیرا حُسن وجمال دیکھتا ہوں — جلوہ لازوال دیکھتا ہوں
دیکھوں آتے ہیں یا نہیں آتے — آج اپنا کمال دیکھتا ہوں
رات دن رنج وغم کے آئینہ میں — اپنے دل کا مآل دیکھتا ہوں
آگئے قسمت سے میری دستِ سوال — ان سے کر کے سوال دیکھتا ہوں

تم مجھے لاجواب دیکھتے ہو — میں تمہیں بے مثال دیکھتا ہوں
ختم کرتا ہوں غم کا افسانہ — غیر اب ان کا حال دیکھتا ہوں
کس کے جلوے ہیں ذرّے ذرّے میں — کیسے یہ حال و قال دیکھتا ہوں
خوب گزرا وہ سال تو بہزاد
کیسے گزرے یہ سال دیکھتا ہوں

بھلا تو اس قدر غم کوش کیوں ہے — کوئی تو بات ہے خاموش کیوں ہے
اگر تو نے نقاب الٹی نہیں ہے — تو پھر سارا جہاں بیہوش کیوں ہے
نگاہیں تو تری میری طرف ہیں — یہ محفل کل کی کل مے نوش کیوں ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا الٰہی — محبت اس قدر غم کوش کیوں ہے
نگاہوں میں مری آ کر سما جا — نگاہوں سے مری روپوش کیوں ہے
تری غیبت میں سب کچھ کہہ رہی تھی — ترے آگے زباں خاموش کیوں ہے
ادھر آ تجھ کو میں سجدے گزاروں — حریم ناز میں روپوش کیوں ہے
اٹھی بہزاد کیا پھر چشم ساقی
فضا دنیا کی مے بر دوش کیوں ہے

دنیا کو کامیاب بھلا کر رہے ہو کیوں
تم خود کو بے نقاب بھلا کر رہے ہو کیوں

کیا لطف ہے جو ایک ہی عالم نہ رہ سکا
ذرّوں کو آفتاب بھلا کر رہے ہو کیوں

جو اپنے دل میں تم کو جگہ دے چکے انہیں
یوں خانماں خراب بھلا کر رہے ہو کیوں

جلووں کو اپنے روک لو مجھ پر کرم کرو
عالم مرا خراب بھلا کر رہے ہو کیوں

اس حسنِ نو بہ نو سے مری چشمِ شوق کو
منّت کشِ شباب بھلا کر رہے ہو کیوں

میں یاد آ رہا ہوں؟ کہ شرما رہے ہو تم
تخیّل سے حجاب بھلا کر رہے ہو کیوں

بہزادؔ جس کا نام ازل سے ہے بیوفا
اس شوخ سے خطاب بھلا کر رہے ہو کیوں

دل کا تمہارے سمت اشارہ ہے کیا کروں
ہر وقت لب پہ نام تمہارا ہے کیا کروں

دنیائے عاشقی میں کوئی بھی نہیں مرا
اک تیری ذات دل کا سہارا ہے کیا کروں

کوئی نہیں ملال کا ساتھی جہان میں
مجبور ہو کے تم کو پکارا ہے کیا کروں

دنیا میں سب کو ہوتا ہے اپنا ہی کچھ خیال
مجھ کو فقط خیال تمہارا ہے کیا کروں

غیروں کا ذکر کیا ہے گلہ ہے جہاں کا کیا
میرا الم تمہیں کو گوارا ہے کیا کروں

مانا کہ رنگ و بوئے چمن ہے بہار پر
پیشِ نگاہ ! اُن کا نظارہ ہے کیا کروں

اے ناخدا مجھے بھلا ساحل کی فکر کیا
ہر موجِ بحر مجھکو کنارا ہے کیا کروں

بہزادؔ ہائے اُن کیلئے اُنکے واسطے اب تو ہر اک فریب گوارا ہے کیا کروں

نظر سے اشارہ سرِ شام اُن کا
مبارک محبّت کو پیغام اُن کا

مجھے یاد ہے ہاں بہ اندازِ رنگیں
وہ آنا سرِ منظرِ عام اُن کا

فضاؤں نے تعظیمی سجدے گزارے
مرے لب پہ آیا جونہی نام اُن کا

محبت کے ماروں کو کیا پوچھتے ہو
نہ آغاز اُن کا نہ انجام اُن کا

وہ تو اپنی زلفوں کو سلجھا رہے ہیں
اشارہ نہیں ہے سوئے شام اُن کا

محبت کی دنیا میں جو پھنس چکے ہیں
نہ راحت ہے اُن کی نہ آرام اُن کا

نہ کیوں ہر قدم پر میں سجدے گزاروں
تصوّر ہے مجھکو بہر گام اُن کا

جو ہیں اُسکے دنیائے الفت میں شاکی
محبّت میں ہے جذبۂ خام اُن کا

مرا نام؟ اے اہلِ بزمِ محبت
مرا نام؟ بہزاد ناکام اُن کا

ستم ہم اٹھائے چلے جا رہے ہیں
وہ ہیں ظلم ڈھائے چلے جا رہے ہیں

حسیں شوخ۔ رنگین جلوے تمہارے
نظر میں سمائے چلے جا رہے ہیں

وہ روداد سنتے نہیں ہیں تمہاری
مگر ہم سنائے چلے جا رہے ہیں

مرے دل میں ہیں وہ نگاہوں میں ہیں وہ
محبت پہ چھائے چلے جا رہے ہیں

مرے دستِ وحشت؟ مرے دستِ وحشت؟ — وہ دامن بچائے چلے جا رہے ہیں
کرم ہو گا کیا اور اس سے زیادہ — تصوّر میں آئے چلے جا رہے ہیں
مبارک ہو مجھ کو مری ناتوانی — قدم ڈگمگائے چلے جا رہے ہیں

کوئی راز ہے اس میں بہزاد مضطر
کیوں مسکرائے چلے جا رہے ہیں

مجھے غم نہیں اب خوشی کی طلب ہے — خدایا نئی زندگی کی طلب ہے
تبسم بھری مست نظروں کی ساقی — میں بیخود سا ہوں آگہی کی طلب ہے
مجھے اپنے قدموں پہ کرنے دو سجدے — میں بندہ ہوں ہاں بندگی کی طلب ہے
مقدر میں لکھے مرے آپ ہی کو — خدا سے مجھے آپ ہی کی طلب ہے
غموں میں تو مجھ کو مزا مل رہا تھا — یہ میں نے کہا کیوں خوشی کی طلب ہے
محبت کی دے زندگی دینے والے — مجھے عشق کی زندگی کی طلب ہے

ہیں بہزاد تاریکیاں زندگی میں
مجھے حسن کی روشنی کی طلب ہے

یہ خطا بار بار کرتے ہیں　　تم پہ ہم اعتبار کرتے ہیں
ہم گریباں کو اپنے مستِ جنوں　　آج صرفِ بہار کرتے ہیں
تیری الفت میں جان دینے کو　　حسرتوں میں شمار کرتے ہیں
دیکھتے کب ہیں تیرا روئے حسیں　　سیرِ حسنِ بہار کرتے ہیں
جو ہے بیدادگر جو ہے ظالم　　ہائے ہم کس کو پیار کرتے ہیں
ہو گئے ہم بے قرار اچھی طرح　　ان کو بھی بے قرار کرتے ہیں
یہ دعا ہے کہ خیر ہو دل کی　　ان سے نظروں کو چار کرتے ہیں
تجھ پہ قرباں جان اور ایماں　　ہم سے الفت شعار کرتے ہیں

بازیٔ عشق سے ہم اے بہزاد
اپنی منظور ہار کرتے ہیں

سلامت رہو تم سلامت رہو تم　　زمانے میں وجہِ محبت رہو تم
خدا رکھے تم کو زمانے میں قائم　　ہمیشہ نگاہوں کی جنّت رہو تم
میں کہتا ہوں تم کو مری بات مانو　　نہ مغموم میری بدولت رہو تم
تمہاری یہ آنکھوں میں آنسو ہیں کیسے　　حسیں ہو تو وقفِ مسرت رہو تم

گزرتے ہیں قدموں پہ سجدے ہزاروں
سدا حاصل صد عبارت رہو تم
یہ کیوں تم سے ہر آرزو کو گلہ ہے
نہ یوں مرکز ہر شکایت رہو تم
ہو کیوں آج بہزادِ غم مضمحل سے
خدارا نہ مغموم صورت رہو تم

محبت کے ہاتھوں میں مجبور ہوں
وگرنہ غموں سے بہت دور ہوں
میں اپنے اس عالم کے قربان جاؤں
نہ مغموم ہوں میں نہ مسرور ہوں
نہیں ہوتا اب مجھ سے ضبطِ الم
خدا جانتا ہے کہ مجبور ہوں
مری ذات سے واسطہ ہے ترا
بھلا کس لئے میں نہ معذور ہوں
تصوّر کا دیکھو نہ طرفہ کمال
کبھی پاس ہوں اور کبھی دور ہوں
کہاں ہے وہ دار و رسن جلد دو
انا الحسن کہتا ہوں منصور ہوں
ہیں آنکھوں سے ہر وقت آنسو رواں
میں رستا ہوا ایک ناسور ہوں
مرا نام بہزاد غمگین ہے
محبّت کی دنیا میں مشہور ہوں

تم نے کل دنیائے حسرت لوٹ لی
یعنی میرے دل کی دولت لوٹ لی

دیکھ لی جرأتِ نگاہِ شوق کی
آپ کے جلووں کی جنت لوٹ لی

پھر اسی چشمِ حسیں کی ہے تلاش
جس نے دنیائے محبت لوٹ لی

آج غنچوں نے کیا طرفہ کمال
اُن کی نظروں کی شرارت لوٹ لی

آپ نے لوٹا مرا صبر و قرار
جیب نے دامن نے وحشت لوٹ لی

جلوہ ہائے نو بہ نو نے آپ کے
پھر متاعِ حسنِ فطرت لوٹ لی

اس نے اے بہزادؔ دل کی کائنات
لوٹنے کی تھی جو قدرت لوٹ لی

اُن کے چہرے پہ جب نقاب نہیں
کیوں نظر میری کامیاب نہیں

لے چلا پھر مجھے اسی در پر
اے دلِ خانماں خراب نہیں

میں گہروں۔ اور منتِ ساقی
تیری آنکھوں میں کیا شراب نہیں

پھونک ڈالا ہے اس نے خرمنِ عشق
آگ ہے آگ یہ شباب نہیں

ان کا آنا تو کچھ نہیں دشوار
جذبۂ عشق کامیاب نہیں

مول کی مے تو شیخ کو ہے گناہ
مفت مل جائے اجتناب نہیں

دیکھ کر ہر حسیں کو للچاؤں　　ایسی نیت مری خراب نہیں
ہائے کب سے بھٹکتا پھرتا ہے　　اک وہ سجدہ جو کامیاب نہیں

زندگی میری کیا ہے بہزاد
زیست وہ ہے جو کامیاب نہیں

آ تجھکو ترستی ہیں یہ بے خواب نگاہیں
ترے لئے عالم کی ہیں بیتاب نگاہیں

دل میں ہے مرے درد تو آنکھوں میں ہیں آنسو
ارمان تہِ خوں ہیں تہِ آب نگاہیں

دل پہ جو پڑیں دل سے اُبلنے لگے نغمے
نغموں کے لئے بن گئیں مضراب نگاہیں

سو میکدے سو مستیاں ان پر سے تصدق
یہ توبہ شکن حاصلِ صد خواب نگاہیں

ملتے ہی بدل دی مری دنیائے محبت
اللہ وہ کیوں ہو گئیں نایاب نگاہیں

بہزاؔد تمہیں یہ کہیں بدنام نہ کر دیں
یہ مضطر و غمگین یہ خوں ناب نگاہیں

اک آواز نے کچھ ابھارا ہے مجھکو
بتاؤ تو کس نے پکارا ہے مجھکو

کرم تو بہر حال لطف و کرم ہے
میں قرباں ستم بھی گوارا ہے مجھکو

گریباں یہ ہے ہاتھ آنکھوں میں آنسو
یہ کس کی محبت نے مارا ہے مجھکو

زمیں پر نہ تھی جب کوئی دل فریبی
تو کیوں آسماں سے اتارا ہے مجھکو

نہ اپنی خبر ہے نہ دل کی خبر ہے
تخیل فقط اب تمہارا ہے مجھکو

مجھے ناخدا سے بھلا واسطہ کیا
تری اک نظر ہی سہارا ہے مجھ کو

محبت کے عالم میں کھویا ہوا ہوں
ذرا آ کے تم نے سنوارا ہے مجھکو
شکایت ہو کیا اُن کی بہزادِ مضطر
مری آرزوؤں نے مارا ہے مجھکو

مجھ کو چھانٹا ہے غم اٹھانے کو — ہائے کیا ہو گیا زمانے کو
ہم خوشی میں بھی مسکرا نہ سکے — دل بہت چاہا مسکرانے کو
دے اجازت سجا دوں سجدوں سے — آج میں تیرے آستانے کو
سر اٹھاتے جبھی تو ہم در سے — چاہتا دل جو سر اٹھانے کو
اور رکھ لوں گا لاکے دو تنکے — جاؤں کیا آشیاں بچانے کو
توبہ تڑوا دے آج اے ساقی — آ ابھی جا مستیاں لٹانے کو
اس کے قدموں سے سر نہیں ہلتا — سوچتا ہوں جو سر اٹھانے کو
درد و غم سے بھرا ہے اے بہزاد
کیا سنیں وہ ترے فسانے کو

نظمیں

محبت کی دُنیا

چلو اِس جہاں میں محبت نہیں ہے
چلو اس جہاں میں مروت نہیں ہے
نہ ہے رنگ الفت نہ چاہت ہے اس میں
کہیں دور چل کر
ہم اپنی محبت کی دنیا بسائیں

ہے بوئے وفا سے یہ خالی گلستاں
کوئی چاک دامن نہ حیراں نہ گریاں
چلو مجھ کو نفرت ہے اس گلستاں سے
کہیں دُور چل کر
ہم اپنی محبت کی دنیا بسائیں

جہاں یہ زمیں ہو نہ یہ آسماں ہو
نہ یہ رنگ و بو ہو نہ یہ گلستاں ہو
چلو اس جگہ جس جگہ صرف ہم ہوں
کہیں دُور چل کر
ہم اپنی محبت کی دُنیا بسائیں

مطربہ سے

مطربہ ہاں وہ نغمۂ شیریں

جو مرے ارمانوں کو جگا دے
بے خود کر دے ہوش اڑا دے
جو مرے دل کو مست بنا دے
آگ محبت میں جو لگا دے ——— مطربہ ہاں وہ نغمۂ شیریں

مست ہو گلچیں مست ہو گلشن
چاک کریں سب اپنے دامن
لوٹ لے جو اُلفت کا خرمن
پھونک کے رکھدے جو مرا تن من ——— مطربہ ہاں وہ نغمۂ شیریں

جس پہ سراپا گوش ہو دُنیا
مست ہو اور مدہوش ہو دُنیا
ساکت اور خاموش ہو دُنیا
جس پہ محبّت کوش ہو دُنیا ——— مطربہ ہاں وہ نغمۂ شیریں

کہدو

اپنے حُسن و شباب سے کہدو
اپنی رنگین نقاب سے کہدو
مری جانب بڑھے نہ ساغر میں
آنکھوں والی شراب سے کہدو
دِل کی دنیا کا واسطہ تم کو
اپنے شرم و حجاب سے کہدو

میرے اوپر نہ رحم فرمائے

روئے صد جلوہ بار سے کہدو
حُسن ناپائیدار سے کہدو
اپنی رنگینیوں کی تم کو قسم
رنگ و بوئے بہار سے کہدو
اپنی بد عہدیوں پہ کرکے نگاہ
عشق کے اعتبار سے کہدو

میرے اُوپر نہ رحم فرمائے

اپنی ہر صبح و شام سے کہدو
اپنے اِس حسن عام سے کہدو
جو بھڑکتا ہے میرے سینے میں
شعلۂ انتقام سے کہدو
شرم مانع اگر ہو کہنے میں
خود نہیں میرے نام سے کہدو

میرے اوپر نہ رحم فرمائے

یہ کیا کر چلے

مرا کیا۔ سمجھ لو مجھے ہوش ہے
علاوہ مرے اب کسے ہوش ہے
ہر اک چیز دنیا کی بے ہوش ہے
زمانے کو بے خود بنا کر چلے
یہ کیا کر چلے

نہ دل کو نہ میری نظر کو سکوں
نہ اک لمحہ قلب و جگر کو سکوں
محبت نہ اس کے اثر کو سکوں
عجب بے قراری عطا کر چلے
یہ کیا کر چلے

ہوئے پی کے کیا جام و مل بے خبر
کہ غنچے ہیں بے خود تو گل بے خبر
چمن کا چمن ہی ہے کل بے خبر
یہ کیا باغ میں گل کھلا کر چلے
یہ کیا کر چلے

جانے والے سے

خبر ہے قلب کو تڑپا کے جا رہا ہے تو
اور اپنے ظلم پہ شرما کے جا رہا ہے تو
نہ آنے کی ہی قسم کھا کے جا رہا ہے تو

میں روکتا نہیں تم کو مگر ہو اتنا کرم
کہ ایک جانِ وفا کا سلام لیتا جا

مجھے یہ علم تو جا کے اب نہ آئے گا
مگر یہ جذبۂ الفت جو تجھ کو لائے گا
ترے بغیر یہ دل چین ہی نہ پائے گا

مگر نہ روکوں گا تجھ کو اک التجا سن لے
کہ ایک جانِ وفا کا سلام لیتا جا

تجھے بلایا تھا کس نے کہ جا رہا ہے یوں
کسی غریب پہ کیوں ظلم ڈھا رہا ہے یوں
کہ جوشِ عشق مرا آنہ مار رہا ہے یوں

جو کوئی خاص سبب ہے تو خیر اتنا کر
کہ ایک جانِ وفا کا سلام لیتا جا

چاند سے چکور کا خطاب

اے چاند یہ بتا دے کہ کیوں اسقدر ہے دُور
کیا ہو گیا ہے حُسن پہ اپنے تجھے غرور
معلوم ہے کہ سارے جہاں پہ ہے تیرا نور
کیوں پاس میرے تو نہیں آتا مرا قصور؟

ہوتے ہی رات ہوتا ہے تاروں پہ بانکپن
اور درمیاں ہیں ہوتا ہے تو میرِ انجمن
گل بوٹے نور کے وُہ ترا نور کا چمن
میں تجھ سے دُور رہتا ہوں ہے یہ غم و محن

دُنیا سے کیوں نہیں ہیں تری بیوفائیاں
میرے ہی واسطے ہیں یہ بے اعتنائیاں
عشوے یہ غمزے اور یہ کافرادائیاں
عالم سے ہیں الگ یہ تیری دلربائیاں

کرتا ہوں تیری سمت میں پرواز کسطرح
دیتا ہوں میرے چاند میں آواز کسطرح
برداشت کر رہا ہوں ترے ناز کسطرح
آئیگا اپنے ظلم سے تو باز کس طرح

آجا کہ اپنے قلب میں تجھ کو چھپاؤں میں
کچھ مست ہو کے گیت محبت کے گاؤں میں

جذبۂ انتقام

جسمیں اک شمع ہے اور سینکڑوں پروانے ہیں
جسمیں اک جلوہ ہے اور سینکڑوں دیوانے ہیں
جسمیں حسن اور محبت ہی کے افسانے ہیں
ہاں اسی محفل پرنور میں جانا ہے مجھے
حشر ڈھانا ہے مجھے

جسمیں اک سوز ہے جو دل کو جلا دیتا ہے
جسمیں اک درد ہے جو اشک بہا دیتا ہے
جسمیں اک جذبہ ہے جو قلب ہلا دیتا ہے
ہاں وہی نغمۂ بے کیف سنانا ہے مجھے
حشر ڈھانا ہے مجھے

جسمیں دشمن کیلئے لاکھ کھلے ہیں غنچے
جسمیں دشمن کیلئے لاکھ ہیں تاباں ذرّے
جسمیں دشمن کیلئے لاکھ ہیں رنگیں جلوے
ہاں اسی باغ کو کانٹوں سے سجانا ہے مجھے
حشر ڈھانا ہے مجھے

اے بے خبر

کس قدر سنسان ہیں یہ بحر و بر
کس قدر بے نور ہیں دیوار و در
ہے ستاروں سے اداسی آشکار
ذرّہ ذرّہ ہے زمیں کا نوحہ گر

اے بے خبر

پتّہ پتّہ باغ کا غم سے ہے زرد
کس قدر بے رنگ ہیں گلہائے تر
غنچہ غنچہ کس طرح لب بستہ ہے
شام سے بدتر ہے یہ نورِ سحر

اے بے خبر

عشق کی دنیا میں ہے بے رونقی
شوخیاں ہیں اور نہ وہ کیفِ نظر
دل دھڑکتا ہے نگاہِ شوق کا
ہو رہی ہے کس طرح زیر و زبر

اے بے خبر

کس میں رسوائے محبّت آہ آہ
لب پہ آہِ سرد ہے اور آنکھ تر
تمتماتا سا یہ چہرہ زرد زرد
حالتِ ناگفتہ گویا پرخطر

اے بے خبر

آکہ اب تجھ بن رہا جاتا نہیں
تجھ کو کیا مجھ پر ترس آتا نہیں

چاند سے

یہ گامزن ہے تو اے ماہ خوش خرام کدھر
یہ اُٹھ رہے ہیں بھلا تیرے آج گام کدھر
ہوئی تھی صبح کہاں ہو گی تیری شام کدھر

اگر ہو تیرا گذر اُن کی بزم میں قاصد
تو کہنا اُن سے کہ کیوں تم نے خط نہیں بھیجا

اگر وہ اس پہ کہیں اتنی کس کو فرصت ہے
مجھے تو اُن سے نہیں اُن کو مجھ سے اُلفت ہے
وہ لکھیں شوق سے خط مجھ کو گر ضرورت ہے

تو اس پہ کہنا کہ کیا دل سے دل کو راہ نہیں
اسے تو چاہ ہے کیا تم کو اسکی چاہ نہیں

اگر وہ ہو کے خجل اس پہ خط لکھیں مجھ کو
نہ خط لکھیں وہ زبانی ہی کچھ کہیں مجھ کو
خدا کرے کہ وہ پیغام کچھ تو دیں مجھ کو

خدا کے واسطے تو وہ پیام لے آنا
مری طرف سے بہت سی دعائیں دے آنا

کیوں یاد آرہے ہو؟

اَب محبّت نہیں مجھے تم سے
کچھ شکایت نہیں مجھے تم سے
کوئی رغبت نہیں مجھے تم سے
میں تو تم کو بھلا چکا کب کا
اَب مجھے یاد آرہے ہو کیوں

ظلم سہنے کا وہ زمانہ گیا
غم میں رہنے کا وہ زمانہ گیا
اشک بہنے کا وہ زمانہ آگیا
میں تو تم کو بھلا چکا کب کا
اَب مجھے یاد آرہے ہو کیوں

اپنی کوئی وفا بھی یاد نہیں
اور نہ تمہاری جفا بھی یاد نہیں
اَب وُہ باتیں ذرا بھی یاد نہیں
میں تو تم کو بھلا چکا کب کا
اَب مجھے یاد آرہے ہو کیوں

گل گشت

دیکھتا پھرتا تھا اک گلشن میں مَیں حُسنِ بہار
میں نے دیکھا اک حسینہ رو رہی ہے زار زار
پاؤں کی آہٹ سے چونکی چونک کر گھبرا گئی
کچھ چرایا جسم کو کچھ ناز سے شرما گئی
آنکھ سے آنسو فقط مجھ سے چھپانے کے لئے
صاف اس رنگیں دوپٹے کے اک آنچل سے کئے
اولاً تو میں بھی جھجکا اور جھجک کر رہ گیا
اک قدم آگے نہ اُٹھا میں ٹھٹک کر رہ گیا
لیکن اس کے بعد فوراً ہی مجھے آیا خیال
اس سے پوچھوں تو سہی مَیں وجہِ غم وجہِ ملال
میں بڑھا آگے ذرا اور پھر ہوا یوں ہم کلام
اے حسیں اے حورِ طلعت رشکِ صد ماہِ تمام

یہ جوانی تیری یہ حُسن قیامت زا غضب
حُسن قدموں میں ہے تیرے پھر یہ رونے کا سبب
سُن کے وہ بولی نہ پوچھو کس لئے روتی ہوں میں
ایک غم ہے جس کے باعث جان کو کھوتی ہوں میں
غم یہ ہے اس حُسن کا کوئی نہیں ہے قدر داں
کوئی ان جلووں پہ ہوتا ہی نہیں ہے مہرباں
میری یہ زیبائشیں یہ زینتیں بیکار ہیں
جس قدر رعنائیاں ہیں سب یہ مجھ پہ بار ہیں
دیکھنے والا بھی ان کا کوئی ہوتا تھا ضرور
عشق میں لذت تبھی تھی حُسن کا جب تھا سرور
دیکھ کر ہوتا کوئی مسرور یہ حُسن و جمال
یہ مرے پُر نور عارض یہ مرے خوشرنگ بال
گر تڑپ جاتا کوئی میرے خرام ناز سے
میں بھی خوش ہوتی اس اپنے حُسن کے انداز سے
میں کسی سے ناز کرتی ناز برلاتا کوئی

میں کسی پہ ظلم ڈھاتی اور نہ گھبراتا کوئی
لیکن اس سارے جہاں میں کوئی بھی ایسا نہیں
میں نے بڑھ کر کہہ دیا اے نازنیں میں کیا نہیں



کسی سے

مے پرستوں کے خواب کی تصویر یعنی جامِ شراب کی تصویر
عشق کے اضطراب کی تصویر حُسنِ گل کے شباب کی تصویر
آنگاہوں کے سامنے آجا

لالۂ سحر کار کی تصویر اک مکمل بہار کی تصویر
عشق کے اعتبار کی تصویر شانِ پروردگار کی تصویر
آنگاہوں کے سامنے آجا

جلوۂ صبح و شام کی تصویر ایک پُرکیف جام کی تصویر
محشر گام گام کی تصویر آپ اپنے ہی نام کی تصویر
آنگاہوں کے سامنے آجا

سر سے پا تک سرور کی تصویر تمکنت کی غرور کی تصویر
اک سراپائے نور کی تصویر جلوۂ برقِ طور کی تصویر
آنگاہوں کے سامنے آجا

آ تصور پہ رحم فرما جا

ساقی سے

ساقیا تجھکو جوانی کی قسم
اِس شرابِ ارغوانی کی قسم
ایک ساغر مست آنکھوں سے مجھے

ساقیا تجھ کو بہاروں کی قسم
گلشنوں کی لالہ زاروں کی قسم
اک نظر مجھ پہ بھی ہو توبہ شکن

ساقیا کیفِ محبّت کی قسم
اپنے ان جلووں کی جنّت کی قسم
اک نظر سے مجھ کو بھی اُلفت کا جام

ساقیا اپنی جفاؤں کی قسم
عشق کی پیہم وفاؤں کی قسم
اک نظر سے دل کی جانب دیکھ لے

مجھ سے نہ بولو

وقفِ ستم تھا وقفِ ستم ہوں   مرکزِ غم تھا مرکزِ غم ہوں

مجھ سے نہ بولو

روزِ ازل سے روزِ ابد تک

مغموم ہوں میں مغموم ہوں میں

اے مرے مطرب نغموں سے حاصل   مجھ پہ کرم ہو اے اہلِ محفل

مجھ سے نہ بولو

روزِ ازل سے روزِ ابد تک

مغموم ہوں مَیں مغموم ہوں میں

میرے مقدر میں نہیں راحت   مجھ میں نہیں ہے ہنسنے کی قدرت

مجھ سے نہ بولو

روزِ اول سے روزِ ابد تک

مغموم ہوں میں مغموم ہوں میں

گر ہو ستانا مجھ کو ستا لو　　اے ناز والو اے حُسن والو

مجھ سے نہ بولو

روزِ ازل سے روزِ ابد تک

مغموم ہوں میں مغموم ہوں میں

مَیں

خود خزاں ہوں میں خود بہار ہوں مَیں
ہر حقیقت کا پردہ دار ہوں مَیں

اللہ اللہ نہیں ہے مجھ کو خبر
پُرسکوں ہوں کہ بے قرار ہوں مَیں

راز ہے راز یہ مری ہستی
یعنی خود نقشِ پائے یار ہوں مَیں

کس نے چھیڑا فسانۂ غمِ عشق
عادیٔ نغمۂ بہار ہوں مَیں

مجھ کو کیا ہے خزاں جو آئی ہے
آپ اپنے لئے بہار ہوں مَیں

بے قراری مری نہ بڑھ جائے
تم نہ کہنا کہ بے قرار ہوں مَیں

رحمتِ بے کساں کرم فرما
اَب گناہوں سے شرمسار ہوں مَیں

عادتِ اضطراب نے مارا
اب تو مجبورِ انتظار ہوں مَیں

ہائے مجبوریاں زمانے کی
خود فراموشِ روزگار ہوں مَیں

یاد آؤں میں کس طرح تم کو
ایک بھولی ہوئی پکار ہوں مَیں

ہے بہر طور ربطِ ناز و نیاز
میرا گلشن ہو تم شکار ہوں مَیں

کوئی سنتا نہیں مری فریاد
کب سے بہزاد اشکبار ہوں مَیں

گیت

ساجن اب تم کاہے آئے

جاؤ کہ اب آرام ہے مجھ کو
تجھ سے نہیں کچھ کام ہے مجھکو

اتنے ہو کیوں گھبرائے
ساجن
اب تم کاہے آئے

آکے تم کیوں اتنے خفا ہو
باہر اس طوفاں کو دیکھو

سُن لو میری ہائے ہائے
ساجن
اب تم کاہے آئے

راہ تکو تو یہ دُکھ جانو
پریم کرو تو یہ دُکھ جانو

تم کو تو چاہیں سہائے
ساجن
اب تم کاہے آئے

راہ مجھے اب تم نہ دکھانا
اتنا مجھکو مت تڑپانا

تم ہے ہم بھرپائے
ساجن
اب تم کاہے آئے

آؤ کریں کچھ پریم کی باتیں
چھوڑ دیں کچھ دنیا کی گھاتیں

کون جیا ترسائے
ساجن
اب تم کاہے آئے

اب تک ناہیں ساجن آئے

کب سے ان کارن تڑپت ہوں کب سے اُن کی راہ تکت ہوں
راہ تکت مورے نین پرائے
اب تک ناہیں ساجن آئے

اک اک پل ہے موکو بھاری کیا کروں اُن بن ہیں دکھیاری
اُن بن مورا جیا گھبرائے
اب تک ناہیں ساجن آئے

ان کو پڑی کیا وہ کیوں آئیں آکے مجھے کیوں دھیر بندھائیں
ان کو کیا کوئی مر جائے
اب تک ناہیں ساجن آئے

اُن بن ہے سنسار دیوانہ سب کوئی ہے اُن کا پروانہ
بادل کیوں نہیں شور مچائے
اب تک ناہیں ساجن آئے

پیت منوہر روگ سکھی ری

پریت منوہر روگ

پریت میں دُکھ ہی دکھ ہوتا ہے پر ہر دُکھ میں سُکھ ہوتا ہے

اس کا سجاؤ ہے جوگ

سکھی ری

پریت منوہر روگ

پریت کی ہے دنیا متوالی پریت کی پی ہے سب نے پالی

پیت نیا سنجوگ

سکھی ری

پریت منوہر روگ

سُن تو پپیہا کیا کہتا ہے دیکھ لے بھنورا کیا کہتا ہے

کیا کہتے ہیں لوگ

سکھی ری

پریت منوہر روگ

جھولا جھولوری سکھی

جھولا جھولوری

امنڈ امنڈ یوں بدرا چھائے
جھومتے جیسے ساجن آئے

ساجن کو مست جھولوری
جھولا جھولوری
جھولا جھولوری سکھی

سکھیوں کے سنگ رنگ جماؤ
اونچے سروں میں ہل مل گاؤ

جوبن پر مست جھولوری
جھولا جھولوری
جھولا جھولوری سکھی

گا کر سب کو مست بناؤ
اونچے اونچے پینگ بڑھاؤ

ہاتھ سے شاخیں چھو لو ری
جھولا جھولو ری
جھولا جھولو ری سکھی

چھپ چھپ کر پی دیکھ رہے ہیں
اُن کو ہم بھی دیکھ رہے ہیں

بات نہ یہ تم بھولو ری
جھولا جھولو ری سکھی



سجنی

اب نہ ہمیں تڑپاؤ

مدت سے درشن نہیں پائے   دل نہ بھلا کیونکر گھبرائے

رحم کرو اب تو آ جاؤ

سجنی

اَب نہ ہمیں تڑپاؤ

پریم کا روگ لگا ہے من کو   چین نہیں اک پل جیون کو

دکھ جیون کا آکے مٹاؤ

سجنی

اَب نہ ہمیں تڑپاؤ

تڑپا کر تم کیا پاؤگی   یاد رہے پھر پچھتاؤگی

مان لو کہنا آبھی جاؤ

سجنی

اَب نہ ہمیں تڑپاؤ

جا ری سکھی مرے پی کو سنا دے جھولن کے دن آئے

جھولن کے دن آئے

پڑنے لگی ہیں مینہ کی پھواریں

گاتی ہیں سکھیاں مل ملہاریں

میں روتی ہوں برہن ماری مورا جیا گھبرائے

جا ری سکھی مرے پی کو سنا دے جھولن کے دن آئے

جھولن کے دن آئے

ٹھنڈی وا موہے نیک نہ لاگے

دیکھوں کب موری قسمت جاگے

دیکھ رے کالی گھٹائیں موہے اندھیری چھائے

جا ری سکھی مرے پی کو سنا دے جھولن کے دن آئے

جھولن کے دن آئے

پی سنگ جھولیں ساری سکھیاں

ہیں مورے من میں من کی بتیاں

کون جتن کروں میں دکھیاری پی کو ترس آجائے
جا ری سکھی مرے پی کو سنا دے جھولن کے دن آئے
جھولن کے دن آئے



ساجن تم بن دل ہے اداس

جینا ہے میرا دشوار
غم کے ہاتھوں ہوں لاچار

تم جو نہیں ہو میرے پاس
ساجن تم بن دل ہے اداس

یہ میرے نالے کب تک
دل میں رہیں چھالے کب تک

پریم نہیں ہے مجھ کو راس
ساجن تم بن دل ہے اداس

ساجن اب آؤ آؤ
نینوں کو مت ترساؤ

نکلے کیونکر اُن کی بھڑاس
ساجن تم بن دل ہے اداس

آؤ سکھی ہم جھولا جھولیں

ٹھنڈی ہوائیں جھوم رہی ہیں
پھولوں کا مکھ چوم رہی ہیں

شوق سے جھومیں شوق سے جھومیں
آؤ سکھی ہم جھولا جھولیں، جھولا جھولیں

چھائے ہوئے ہیں بدرا کارے
خوب برستے ہیں یہ پیارے

شوق سے چھائیں شوق سے برسیں
آؤ سکھی ہم جھولا جھولیں، جھولا جھولیں

پی کے خیال آتے ہیں من میں
چھیڑتے ہیں من کو گلشن میں

شوق سے آئیں شوق سے چھیڑیں
آؤ سکھی ہم جھولا جھولیں جھولا جھولیں

ساجن تم سے ہے یہ بہار

پھولوں کی لالی ہیں تم ہو
باغ کی ہریالی ہیں تم ہو
جبتک تم آئے نہ تھے پیارے
پھول یہ کمہلائے تھے پیارے

اب تو یہ ہنستے ہیں ہر بار
ساجن تم سے ہے یہ بہار

پھولوں پہ جتنا ہے شباب
تم نے برسائی ہے شراب
تم کو خبر کچھ ہے اس کی
کیوں یہ فضائیں ہیں مہکی

دیکھ کے ہم دونوں کا پیار
ساجن تم سے ہے یہ بہار

پریم کی ہے لیلا ساری
بلبل کیوں نہ ہو متواری
پھولوں کو بھی ہنسنے دو
کلیوں کو بھی مہکنے دو

آؤ چھیڑیں دل کی پکار
ساجن تم سے ہے یہ بہار



جھولنا جھولے ری مُری نئی نویلی!

اونچے اونچے جو پینگ بڑھے ہیں
اُس کے اوساں دُور کھڑے ہیں

اوتی کہے البیلی
جھُولنا جھُولے ری مُری نئی نویلی

کہتی ہے وہ ہیں تو گری رے
ہائے مری رے ہائے مری رے

خوب کرے اٹھکیلی
جھُولنا جھُولے ری مُری نئی نویلی

دیکھ کے پی کا ہنستا چہرہ
آگئی اس کو دیکھو لجا

خوب ہی کھل کھیلی
جھُولنا جھُولے ری مُری نئی نویلی

کوئی ایسا سپنا آئے

جا پہونچوں ندیا کے کنارے
بہتے ہوں چاندی جیسے دھارے

پون چلے ایسی مدماتی جس سے لہر لہرائے
کوئی ایسا سپنا آئے ـــــــــ

باغ میں کلیاں جھوم رہی ہوں
پھولوں کا منہ چوم رہی ہوں

روش روش پہ بھونرا ڈولے ہر کلی مسکائے
کوئی ایسا سپنا آئے ـــــــــ

مست چلے جیون کی باتی
پھول سے بھی بڑھ جائے پاتی

پاتی میں وہ روپ ہو پیا پھولوں کو شرمائے
کوئی ایسا سپنا آئے ـــــــــ

خوش خوش پینگ بڑھائیں

بندیوں کی بوچھار
جگ میں آئی بہار
یاد ہے اِک ملہار

آؤ ہم سب مل کر گائیں
خوش خوش پینگ بڑہائیں

ایسے سمے یہ جہان
دل جس پر قربان
جس پر صدقے جان

آؤ ہم سب مِل کر گائیں
خوش خوش پینگ بڑھائیں

دل ہو نہ کیوں مخمور
مست ہوا سے چور
موسم کا دستور

آؤ ہم سب مل کر گائیں
خوش خوش پینگ بڑھائیں

یاد پیا کی آئے
دل کی کلی کھل جائے
بات یہ ہم کو بھائے

آؤ ہم سب مل کر گائیں
خوش خوش پینگ بڑھائیں



ٹوٹ گیا جیون کا سپنا

ٹوٹ گیا

پون چلی ٹھنڈی تو کیا ہے
چھائی ہے رنگینی تو کیا ہے

دل کا چھالا ٹوٹ گیا
ٹوٹ گیا
جیون کا سپنا ٹوٹ گیا

دل گھبراتا ہے کیوں میرا
جیسے ہے ہر اور اندھیرا

کیا کوئی مجھ سے چھوٹ گیا
چھوٹ گیا
جیون کا سپنا ٹوٹ گیا

ہریالی سے من گھبرائے
خوشحالی سے من گھبرائے

مجھ کو کوئی لوٹ گیا
لوٹ گیا
جیون کا سپنا ٹوٹ گیا

کوئی کہے جاؤں میں کہاں
دل کا سکوں پاؤں میں کہاں

میرا مقدّر پھوٹ گیا
پھوٹ گیا
جیون کا سپنا ٹوٹ گیا



کارے بدروا چھائے سکھی پینگ بڑھے

رم جھم رم جھم میگھا برسا
غنچہ غنچہ باغ کا مہکا

مست بہار آئے سکھی پینگ بڑھے
کارے بدروا چھائے سکھی پینگ بڑھے

من نہیں سمجھے من نہیں مانے
تو ہے نویلی تو کیا جانے

کاہے دل گھبرائے سکھی پینگ بڑھے
کارے بدروا چھائے سکھی پینگ بڑھے

پینگ بڑھاوے پینگ بڑھاوے
گیت کوئی ساون کا گاوے

موسم بدلا جائے سکھی پینگ بڑھے
کارے بدروا چھائے سکھی پینگ بڑھے

میلہ دیکھن کو جیرو اتر پے

میلہ دیکھن کو

میلے ماں آئیں لاکھن بانکے   انکھیاں ترس گئیں درشن کو

میلہ دیکھن کو

میلہ دیکھن کو جیرو اترپے میلہ دیکھن کو

رنگ برنگی چوڑیاں آئیں   آگ لگے گی جوبن کو

میلہ دیکھن کو

میلہ دیکھن کو جیرو اترپے میلہ دیکھن کو

گاؤنگی بھانت بھانت کے گانے   سر پہ اٹھاؤں گی بن کو

میلہ دیکھن کو

میلہ دیکھن کو جیرو اترپے میلہ دیکھن کو

میلے ماں ڈولے من کی رانی   دیکھ اس کی پھبن کو

میلہ دیکھن کو

میلہ دیکھن کو جیرو اترپے میلہ دیکھن کو

میاں محمد حنیف پبلشر نے باہتمام ملک محمد عارف خاں پرنٹر
دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر اردو اکیڈمی لوہاری دروازہ
لاہور سے شائع کیا